ذکرِ نبی

سیرۃ النبی صلعم کے مختلف پہلوؤں پر مضامین کا مجموعہ

مؤلف

نصیر الدین ہاشمی

۱۳۵۴ھ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس چھاپہ خانہ حیدرآباد

میں اپنی اس تالیف کو اپنے والد مرحوم مولوی
عبدالقادر صاحب سابق رجسٹرار بلدہ کے نام پر (جن کا
انتقال عالم جوانی میں ہوا) منسوب کرکے دعا کرتا
ہوں کہ خدا اون کو جوار رحمت نصیب کرے۔

ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

اگرچہ اب اردو زبان میں سیرۃ النبی صلعم کے متعلق صدہا کتابیں موجود ہیں، مگر یہ عنوان ایسا دریائے بے پایاں ہے کہ اس پر ابھی اور صدہا کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

مسلمانوں کے لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک اور مقدس زندگی کا ہر ایک واقعہ ایک ایسا زرین دستور العمل ہے جس کی پیروی دین و دنیا کی بہتری اور دارین کی فلاح اور آسائش کی ضامن ہے

آپ کی مقدس اور متبرک زندگی کے ہر ایک واقعہ کے متعلق ایک مستقل کتاب تصنیف ہو سکتی ہے۔

اِس چھوٹے سے رسالہ میں حسب ذیل سات مضمون ہیں:۔

(۱) سیرۃ خاتم المرسلین صلعم

(۲) شام غم کی صبح امید

(۳) رسول کریم کی خانگی زندگی

(۴) رحمۃ للعالمین

(۵) بعثت کے نتائج

(۶) تعلیم نبوی

(۷) آنحضرت بحیثیت سپہ سالار۔

یہ مضامین آج سے دس بارہ سال پیشتر کے ہیں، ان میں سے بعض انجمن اِسلامیہ حیدرآباد کے جلسوں میں سنائے گئے تھے۔

انجمن اِسلامیہ حیدرآباد، چند نوجوانوں کی ایک مختصر انجمن ہے جس کا قیام ۱۳۳۸ھ میں ہوا تھا۔ اور بحمداللہ آج تک موجود ہے۔

انجمن کے ارکان کی تعداد اگرچہ مختصر ہے مگر یہ مختصر جماعت اِس خلوص و اتحاد اور یگانگت کے ساتھ رہتی ہے جو ایک کنبہ اور ایک خاندان کے ارکان میں ہو سکتی ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں میرے جو علمی، ادبی، تاریخی اور معاشرتی مضامین

ہندوستان اور دکن کے مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں، اُن کی تعداد اکتیس سے زیادہ ہے، خیال ہے کہ ان میں سے اِنتخاب کر کے بعض مجموعے شائع کئے جائیں۔

اِس حیثیت سے میرے مضامین کا یہ پہلا مجموعہ ہے جو سیرۃ النبی سے متعلق ہے، اگر آیندہ کبھی موقع ہو تو بعض دیگر مضامین کے مجموعے شائع کئے جائینگے۔

جیسا کہ میں نے قبل ازیں عرض کیا ہے، یہ مضامین آج سے دس بارہ سال پہلے کے ہیں۔ اُن کی نظر ثانی بھی نہیں کی گئی ہے بجنسہ شائع کئے جا رہے ہیں۔

خدا سے دعا ہے کہ میرا یہ مجموعہ مقبول ہو کر میری نجات کا ذریعہ بنے آمین ثم آمین فقط

نصیر الدین ہاشمی

۷ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ
بیت الفضل
عقب نارائن گوڑہ حیدرآباد دکن

تم ہو

شہنشاہ دو عالم بادشاہ انبیاء تم ہو
شفیع عاصیاں تم ہو محمد مصطفےٰ تم ہو

بنایا ہی نہیں حق نے کوئی تم سا زمانہ میں
شفیع عاصیاں سردار محتاج و گدا تم ہو

تمہیں محبوب خالق ہو تمہیں سردار عالم ہو
گنہگاروں کے حامی شافع روز جزا تم ہو

تمہارے سر بندھا ہے حشر میں سہرا شفاعت کا
تمہیں ہو بادشاہ خلق تاج انبیاء تم ہو

تمہیں کو کہتی ہے محبوب رب العالمین دنیا
محمد احمد و محمود حضرت مصطفےٰ تم ہو

اٹھائی کس قدر تم نے مصیبت قوم کی خاطر
تمہیں محبوب ہے امت تو محبوب خدا تم ہو

نصیر بینوا پر اک نگاہ لطف ہو جائے
تمہارے محتاج ہیں ہم معدن جود و سخا تم ہو

(رسالہ تاج حیدرآباد بابتہ جنوری ۱۹۱۵ء)

سیرۃ خاتم المرسلین صلعم

تمہید | تمام اہل مذاہب اِس امر کے معتقد ہیں کہ بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کے لئے برگزیدہ اشخاص منجانب اللہ دُنیا میں مبعوث ہوتے آئے ہیں۔ ملاحدہ اور فلاسفہ بھی اِس امر کے مقر ہیں کہ قیام نظام عالم اور صلاح و فلاح اِنسانی کے لئے ایثار علی النفس کرنے والے مُصلحان ملک و قوم کی شدید ضرورت ہے۔

بہر حال تمام مذاہب اور دہریت میں یہ اَمر مشترک ہے کہ صلاح و فلاح بنی آدم کے لئے اکابریت نوع اِنسانی کا وجود ہوا ہے جنکا مطمح نظر صرف نصرت اِنسان کی فلاح و بہبودی ہوتا ہے۔

مصلح قوم یا بنی کی تعلیم روز اوّل بھی وہی ہوتی ہے جو روز آخر۔ مگر اول اجمال ہوتا ہے اور آخر میں بکمال تفصیل۔ بنی اپنی اُمت کا دانشمند استاد ہوتا ہے جوں جوں اِستعداد دیکھتا ہے اُس کو بتدریج تعلیم دیتا جاتا ہے۔ جب اُن کی اِستعداد کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو دوسرے بنی کے لئے کام اُٹھا رکھا جاتا ہے

تاآنکہ فطرت انسانی اس استعداد تک پہنچ جائے کہ اس بار گراں کی متحمل ہو جو کمال فطرت آدم ہے۔ پس اوس وقت تعلیم الٰہی کمال کو پہنچتی ہے اور نبوت کا دائرہ کامل ہو کر خاتم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

توحید جس کی تعلیم آدم و نوح دیگئے مگر اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہماری تعلیم مکمل ہو چکی توحید کا باغ جس کی ابراہیم اور اسمعیل نے آبیاری کی مگر یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ باغ کی سیرابی تمام ہو چکی۔ توحید کا گنجینہ جس کی حفاظت یعقوب اور یوسف کے ذمہ تھی لیکن انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ حفاظت تکمیل کو پہنچ گئی۔ توحید کا دفینہ جس کی نگاہ بانی داؤد و سلیمان نے فرمائی اس امر کی بشارت دی کہ ابھی اُن کا مذہب خاتم المذاہب نہیں ہے وہ توحید جس کے لئے موسیٰ و ہارون مبعوث ہوئے اس امر کی منادی کر گئے کہ ایک عظیم الشان ماہ نبوت طلوع ہونیوالا ہے جو توحید اور ہدایت کی پُرنور ضیاء پھیلائیگا۔ مسیح نے اپنی تبلیغ کی اور وقت رخصت کہدیا میری زندگی شبستان عالم میں قمر کی آخری ساعت تھی میرا جانا نوید صبحدم ہے۔ میرا کوچ ہی قدوم نیر اعظم ہے۔ میں کاہش کی تصویر تھا وہ کمال کی آیت ہے میں درد تھا وہ تسلی ہے۔ میں ہمہ تن زخم تھا وہ سراسر مرہم ہے۔ میں نور تھا وہ بھی نور ہے میں اس کا پرتو تھا وہ میرا ظہور ہے "مُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ"۔

غرض کسی مذہب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ مکمل اور خاتم المذاہب ہے

لیکن صرف اسلام ہی یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ اسی طرح کسی نبی نے یہ نہیں کہا کہ وہ خاتم النبیین ہے بلکہ ہر ایک نے ایک آنے والے پیغمبر اعظم کی بشارت دی لیکن روحی فدا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ نے نہایت صاف اور واضح طور پر فرما دیا لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔ لیکن ختم نبوت کی حقیقی اور بدیہی دلیل وہ علی الاعلان دعویٰ ہے جو قرآن مجید نے کیا ہے۔ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔

جب دنیا میں کسی مذہب کا یہ دعویٰ نہیں کہ وہ عالمگیر مذہب ہے اور نہ کوئی شخص اس کا مدعی ہے کہ وہ خاتم النبوت و رسالت ہے تو اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ جس ذات مقدس نے یہ دعویٰ کیا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام اور وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ اوس کا مقصود دعوت کیا تھا وہ دنیا سے کیا چاہتا تھا۔ اور وہ جس چیز کی طرف اہل دنیا کو بلاتا تھا اوس کو خود صحیح اور سچا عمل پیرا تھا یا نہیں؟ اور اس کا اثر دنیا اور دنیا کے تمدن پر بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح پر عبودیت اور خدا پرستی پر کیا ہوا؟ دنیا نے اوس کی آواز سنی یا نہیں؟ اور سننے والوں کو رضا و تسلیم سے کیا فائدہ ہوا؟

اسلام یا خاتم النبین کا مقصود دعوت کیا تھا۔ اور وہ دنیا سے کیا چاہتا تھا اوس کا بہترین خلاصہ وہ ہے جس کو جعفر طیار نے دربار نجاشی میں یوں بیان

کیا تھا۔

"اے بادشاہ ہم جہالت کے اندھیرے میں کھوئے ہوئے تھے بتوں کو پوجتے تھے۔ خبیث خواہشوں میں مبتلا تھے۔ زبردستی کے سوا دوسرا کوئی قانون نہیں جانتے تھے خدا نے ہماری ہی قوم میں ایک شخص کو پیدا کیا جو عالی نسب ہے جو اپنے نیکیوں کی وجہ ہم میں ذی عزت ہوگیا ہے وہ خدا کا رسول ہے اُس نے ہم کو کہا کہ توحید کا اقرار کرو صرف اللہ کی بندگی کرو۔ آبائی توہمات کو چھوڑ دو۔ لکڑی اور پتھر کی پرستش اور تعظیم سے نفرت کرو۔ برائی سے بھاگو۔ بات کے سچے وعدے کے پکے رہو ماں باپ سے محبت رکھو۔ ہمسایہ پر مہربانی کرو۔ عورتوں کی عزت کرو یتیموں کو نہ لوٹو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔"

دعویٰ نبوت کی صداقت کے لئے اصل راہ دلیل نبی کی زندگی ہے اوس کا کھانا پینا۔ رہنا سہنا۔ عزیزوں اور غیروں سے ملنا۔ گھر کی معاشرت اور باہر کا سلوک یہ چیزیں ہیں جو مدعی کے دعوے کی صداقت اور عدم صداقت کی شہادت دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ خود نبی کہتا ہے۔" دنیا میں ہدایت کی ایک قوت الٰہی لیکر آیا باوجودیکہ وہ اوسی قوم کا ایک فرد ہے اور راونبی کی طرح ایک انسان ہے تاہم وہ اعمال اور اعتقادات کی صف اُلٹ دیگا۔ اور بڑی تبدیلی دنیا میں پیدا کریگا

پیدائش بچپن جوانی۔ | ۵۷۱ء کے اپریل کا مہینہ ہے آفتاب برج حمل کے بیسویں درجے میں ہے قمری مہینہ ربیع الاول کی بارہویں شب اور پچھلی

رات کا سماں ہے حضرتِ اسمٰعیل کے عبادت گاہ مکہ میں ایک سردار قریش کے گھر ایک بیوہ خاتون کے سوا جو اُس کی بہو ہے کوئی نہیں ہے۔ اِس نیک خاتون کے شوہر کو دنیا چھوڑے ہوئے آج پُورے سات مہینے ہوتے ہیں ہاشمی سردار جو عبدالمطلب کے لقب سے مشہور ہے خانۂ کعبہ میں خدا کی عبادت میں مشغول ہے ایسی حالت ہے جبکہ۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حضرت محمدؐ صلعم نے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا اور چند روز ثوبیہ کا دودھ پیا۔ اُس کے بعد حلیمہ سعدیہ دودھ پلانے مقرر ہوئیں جن کے ہمراہ آپ عرب کے دستور کے موافق قبیلہ سعد بن بکر کو تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے چار پانچ سال کی عمر تک قیام فرمایا۔ جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ یتیم تو تھے اب یسیر بھی ہو گئے۔ آمنہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش آپ کے دادا عبدالمطلب کے ذمہ ہوئی لیکن صرف دو سال بعد اونکا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا اور اب ابوطالب آپ کے والی اور وارث قرار پائے۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے چچا کے ساتھ شام کا سفر فرمایا بمقام بصریٰ ایک راہب نے آپ کے رسالت کی خبر دی۔ اہل یورپ کا خیال ہے کہ اسی بحیرا راہب نے آپ کو توحید کی تعلیم دی تھی حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک بارہ سال کا لڑکا جو علم و فن سے بالکل بیگانہ ہو اور کسی عالم فاضل کی صحبت سے مستفید نہوا ہو توحید کے ادق و مشکل مسئلہ سے واقف ہو سکتا ہے۔

پچیس سال کی عمر میں آپ حضرت خدیجہ کے مال کے فروخت کے لئے پھر شام تشریف لے گئے سفر سے واپسی کے بعد حضرت خدیجہ نے جن کی عمر اوس وقت چالیس سال کی تھی اور بیوہ تھیں آپ سے نکاح کا پیغام کیا اور بیس اونٹ کے مہر پر آپ کا نکاح ہوگیا۔ بیاہ کے بعد آپ تجارت میں مشغول ہوئے آپ کا خاندان بھی تاجر تھا۔ تجارت کی غرض سے آپ شام اور بصریٰ کے متعدد سفر کر چکے تھے۔

تاجر کے محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ اتمام وعدہ اور ایفائے عہد ہے اِس اخلاقی نیظر کا ایک نمونہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے یوں بیان کیا ہے "میں بعثت سے پہلے آنحضرت سے کوئی معاملہ خرید و فروخت کیا تھا کچھ معاملہ ہو چکا تھا اور کچھ باقی تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤنگا اِتفاقاً تین دن تک مجھکو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہونچا تو آنحضرت کو اوسی جگہ پایا اِس خلاف وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا"

آپ اپنی جوانی کے زمانے میں اپنی خوش اخلاقی منصف مزاجی دیانت داری اور ایفائے عہد کے باعث امین کے معزز لقب سے ممتاز تھے۔

آپ نے اپنی دانائی سے ایک بہت بڑے معرکۂ جدال و قتال کو نہایت آسانی اور عمدگی سے طے فرمایا تھا۔[1]

نبوت۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو بروز دوشنبہ ۸ ربیع الاول آسمانی فرشتے نے آپ پر وحی لائی اور آپ کو نبوت و رسالت کی خوشخبری دیگئی۔ اور آپ نے دعوت حق دینی شروع کی۔

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق　　زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق　　اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اوس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم　　اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم　　اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی

نہیں اوس کے آگے کسی کو بڑائی

سب سے پہلے جس نے دعوت اسلام کو قبول کیا وہ رسول اللہ صلعم کی ثابت قدم اور رفیق بیوی حضرت خدیجہ تھیں۔ اون کے بعد حضرت علی

---

[1] واقعہ تعمیر کعبہ جبکہ حجر اسود کے نصب کرنے کے لئے فتنہ ہوا تھا۔

حضرت صدیق اور زید بن حارثہ جو آنحضرت کے متبنّیٰ تھے ایمان سے مشرف ہوئے۔ تین سال تک آپ نے خفیہ طور سے دعوت توحید کی نبوت کے چھٹے سال آپ نے علانیہ دعوت دینی شروع کی، اور لوگوں کو شرک سے منع کرنے لگے جس کے باعث قریش آپ کے اور آپ کے اصحاب کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور طرح طرح سے ایذا دینی شروع کی۔ آنحضرت کی راہ میں کانٹے بچھاتے۔ نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے سجدے میں آپ کی گردن پر اوجھڑی لاکر ڈالدیتے گلے میں چادر لپیٹکر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑجاتیں۔ آپ کو جادوگر مجنون کہا جاتا شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھکر چلتے اور تکلیف دیا کرتے۔ قرآن قرآن کے لانے اور اتارنے والے کو گالیاں دیتے۔ آپ کے ساتھیوں کو سخت سے سخت تکلیفیں اور ایذا پہنچائی جاتی اونہیں قید کیا جاتا گرم گرم لوہے سے داغ دیئے جاتے۔ جلتی دھوپ میں لٹاکر پیٹ پر گرم پتھر رکھ دیئے جاتے برہنہ بدن پر چابک مارے جاتے۔ اس حالت کو دیکھکر آپ نے حبشہ کو ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ ایمان سے مشرف ہوئے آپ کے ایمان لانے سے پورے چالیس مسلمان ہوئے حضرت عمرؓ کا ایمان تاریخ اسلام کا ایک نہایت زرین باب ہے۔ مسلمان اب اس قابل ہوگئے کہ زیادہ جرات اختیار کریں اہل اسلام نے کعبہ کے سامنے علانیہ ملکر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اب مسلمان ایک قوی فریق تھا

بن گئے تھے۔ جو شہر کے بارسوخ لوگوں کے شامل ہونے سے اپنی قوت کو
بڑھا رہے تھے۔

قریش نے نئے مذہب کی ترقی کو بہت بدظنی اور عداوت کی نظر سے دیکھا
انہوں نے ہر طریقے اختیار کئے دہمکیاں دیں وعدے کئے برا کہا دنیا کی عزت
اور لالچ دلائی تاکہ آپ اس کام کو ترک کر دیں۔ کئی دفعہ ابوطالب کو ترغیب دی
اور مجبور کیا کہ آنحضرت کو اس سے باز رکھیں ابوطالب نے رسول اللہ سے کہا کہ آپ
اپنے اور اپنے خاندان کے سر پر آفت نہ لائیں مگر آپ نے کہا اگر سورج اتر کر میرے
دائیں ہاتھ اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر آجائے اس وقت بھی میں اس کام کو
ترک نہ کرونگا چاہے میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔

قریش نے یہ حالت دیکھکر مستقل کوشش کی کہ اپنی عملداری سے اس
خطرناک عنصر کو نکال کر نیست و نابود کر دیں۔ انہوں نے بنوہاشم اور بنو مطلب
کے خلاف ایک عہدنامہ جاری کیا جس میں قریش نے اتفاق کیا تھا کہ وہ بنوہاشم
سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرینگے۔ تین سال تک بنوہاشم پر سخت مصیبت رہی لیکن
آپ کے مستقل ارادہ میں کسی قسم کا فرق نہ آیا۔ آخر قریش کے ایک حصے کی
ہمدردی نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔

اسی اثناء میں آنحضرت کی پچیس سال کی رفیق زندگی دلسوز پریشانی
میں ہمدردی کرنے والیں مصیبت اور تردد کو بانٹ لینے والیں حضرت۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اِنتقال فرمایا۔ اور کچھ عرصہ بعد ابوطالب نے بھی جو آپ کے معاون اور قوی محافظ تھے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش کا جور وظلم اور زیادہ ہوگیا۔ اور وہ ہر طرح آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ جب قریش کے عداوت کی انتہا نہ رہی تو آپ نے طائف کا سفر کیا لیکن اہلِ طائف نے مضحکہ کیا اور تحقیر کی اور پتھر مار کر شہر سے نکال دیا۔

طائف سے واپس آکر کامیابی کی تمام صورتوں میں سب سے زیادہ مایوسی ہوگئی لیکن اس اندوہ ملال کی حالت میں رسول اللہ صلعم کی تشفی ایسی صورت سے ہوئی جس کا پہلے خیال تک نہ تھا۔ موسم حج میں یثرب کے ایک گروہ نے آپ کے رسالت کی تصدیق کی اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے بمقام عقبہ ان سے بیعت لی اور فرمایا: "میری اِطاعت تم پر اُسی وقت تک کے لئے واجب ہے جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں" اُن لوگوں کے واپس جانے کے بعد یثرب کے خاندان اُوس وخزرج نے بہت جلد اِسلام کو قبول کیا اور مسلمانوں کے لئے مکّہ سے قریب ہی ایک امن کی جگہ نصیب ہوگئی۔ آنحضرت نے اپنے اصحاب کو مدینہ ہجرت کرنیکا حکم دیا۔ ایک قلیل مدت میں بہت سے مسلمان مرد عورتیں مدینہ کو ہجرت کر گئے۔

قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کو ایک جائے پناہ مل گئی ہے تو اُنہوں نے اِرادہ کیا کہ اُس بڑھے ہوئے فتنے کا انسداد بغیر اُس کے ناممکن ہے۔

کہ حضرت محمد صلعم کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے باہم مشورہ کر کے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن خدا کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اوس نے اپنے بنی برحق کو اُس کی اطلاع دیدی آپ حضرت علی کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر حضرت ابوبکر کے ہمراہ جبل ثور میں تین دن مقیم رہکر مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ نبوت کے بعد آپ مکہ میں تیرہ سال مقیم رہے۔

ہجرت کے گیارہ سال۔ مدینہ پہنچتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوئی کہ کس طرح اعلیٰ تمدنی خیال کو عملی صورت بخشیں آپ نے قبار اور مدینہ میں ایک ایک مسجد تعمیر کی جس کی تعمیر میں خود بہ نفس نفیس شریک تھے۔ پھر آپ نے مہاجرین و انصار میں رشتہ اخوت قایم کیا جس کے باعث ایک مشترک مذہبی زندگی نسلی رشتوں کی جگہ قایم ہو گی۔ جاہل عرب جو ذرا ذرا سی بات پر کشت وخون پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ اب آنحضرت کی تعلیم سے ایسے ہو گئے کہ سعد بن الربیع جو عبدالرحمن بن عوف کے بھائی قرار پاتے تھے اسپر آمادہ ہو گئے کہ اپنے دو بیبیوں سے ایک کو طلاق دے کر ابن عوف کے نکاح میں دیدیں۔

حضرت بنی کریم نے ترک وطن کر کے صرف چند جانباز رفقاء کے ساتھ ایک اجنبی شہر میں دشمنوں سے پناہ لی تھی۔ وہ دشمن کون تھے آپ ہی کے خویش اقارب جن کے لئے آپ نے برسوں کوشش کی کہ خدا کے دین کو قبول کریں اول خاموش حقارت اور پھر علانیہ عداوت سے لوگوں نے برتاؤ کیا۔

نبی کریم نے ہر طرح کی گستاخی اور ظلم و زیادتی کو برداشت کیا۔ لیکن سخت برتاؤ کا تشدد بڑھتا ہی گیا یہاں تک ایذا رسانوں نے جان لینے کا قصد کیا دو وقت مسلمان مجبور ہو کر سمندر پار چلے گئے۔ دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا کیا جب ظالموں کے ظلم برداشت کے قابل نہ رہے اور ایک شہر طا جہاں پناہ دینے کا وعدہ کیا گیا تو مسلمانوں نے وہاں ہجرت کی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف فرما ہوئے۔

لیکن افسوس دشمنوں نے یہاں بھی آرام لینے نہ دیا۔ فوج کشی کی ٹھانی چنانچہ فتح مکہ تک اون لوگوں نے متعدد مرتبہ مسلمانوں کے برباد کرنے کے لئے فوج کشی کی۔ آنحضرت کو مجبوراً مدافعت کے لئے مقابلہ کرنا پڑا۔ سب سے پہلی لڑائی بدر کی ہوئی قریش ایک ہزار کی جمعیت سے نہایت ساز و سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے جس میں قریش کے تمام معزز امراء و روساء شریک تھے۔ مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تھی جس میں صرف دو سوار تھے اکثروں کے پاس صرف ایک ہتیار کے سوا کچھ نہ تھا۔ غرض ایک عظیم معرکہ پیش آیا جس میں قریش کے اکثر روساء مارے گئے اور انہیں شکست ہوئی۔ اسیران جنگ کے ساتھ آپ نے نہایت اعلیٰ برتاؤ کیا۔ عربوں کا دستور اسیران جنگ کو نہ صرف قتل کرنا تھا بلکہ اُنہیں زندہ جلایا جاتا ہاتھ پیر اور دیگر اعضاء کاٹ دئے جاتے اُن کے عورتوں بچوں کو جلایا جاتا اور تیر دن کا نشانہ بنایا جاتا۔ آنحضرت نے

گو ان لوگوں سے ہر طرح کی مصیبت اُٹھائی تھی لیکن آپ نے کسی پر سختی نہیں کی آپ نے مسلمانوں کو حکم دیدیا تھا کہ اسیران جنگ کے ساتھ مراعات اور تعظیم کریں صحابہ کرام پر آپ کے فرمان نے یہاں تک اثر کیا کہ وہ اپنی روٹی اون کو دیدیتے اور خود صرف کھجور پر اکتفا کرتے۔ جو لوگ مالدار تھے ان سے فدیہ لیکر رہا کر دیا گیا۔ لیکن اُن میں بھی جو لوگ نادار تھے اونہیں یونہی مفت رہا کر دیا گیا۔ ان میں جو لوگ تعلیم یافتہ تھے انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھادیں۔ وصولی فدیہ میں آپ نے نہایت منصفانہ برتاؤ فرمایا اپنے چچا عباسؓ کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ آپ کے داماد ابوعاص جو ہنوز اسلام نہیں لائے تھے اُن کی رہائی کے لئے آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے اپنا ہار روانہ کیا جو حضرت خدیجہ کی یادگار تھا۔

۸ھ تک جبکہ مکہ فتح ہوا قریش نے متعدد مرتبہ مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کی جن میں سے بدر احد اور خندق زیادہ مشہور ہیں۔ جنگ احد میں نہ صرف آنحضرت کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے بلکہ آپ کے دندان مبارک بھی شہید کئے گئے۔ خندق کی جنگ تو گویا مدینہ ہی میں ہوئی قریش ایک ماہ تک خیمہ ڈالے پڑے رہے آخر کو ناکام واپس ہونا پڑا۔

۸ھ میں آپ نے دس ہزار کے لشکر سے فتح مکہ کے لئے توجہ فرمائی اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنی بکر اور بنی خزاعہ میں دشمنی تھی جن میں باہم جنگ ہوا کرتے تھے۔ اسی عرصہ میں اسلام کا ظہور ہوا جس کے باعث لوگ اس جانب

متوجہ ہو گئے۔ صلح حدیبیہ میں جو ہجرت کے چھٹے سال قریش اور مسلمانوں میں ہوئی تھی بنی بکر نے قریش کی پناہ لی اور بنی خزاعہ مسلمانوں کی پناہ میں آئے۔ اس صلح کے دو سال بعد بنی بکر نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا جس میں قریش بھی شریک تھے چونکہ قریش نے عہد شکنی کی تھی پس آنحضرت بنی خزاعہ کے فریاد پر روانہ ہوئے۔ قریش کو اوس وقت تک اطلاع نہیں ہوئی جب تک آپ مکہ میں پہنچ نہ گئے۔ قریش تاب مقاومت نہ لاکر اپنی گردنیں جھکا دیں جن لوگوں نے اس داعی حق کو اپنے طرح طرح کے مظالم و شدائد سے ترک وطن پر مجبور کیا تھا۔ وہ جب بے بس قیدیوں کی صورت میں اس کے سامنے لائے گئے تو آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

فتح مکہ کے بعد حنین اور طائف وغیرہ کے غزوات ہوئے جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اب تو عربوں کو بجز اطاعت اور قبولیت حق کے کوئی چارہ نہ رہا ہر ہر قبیلے سے وفود آنے اور اسلام کے حلقہ بگوش اور رسالت کا اقرار کرنے لگے اس طرح تمام جزیرہ نما عرب میں اسلام پھیل گیا۔

یہود سے جنگ۔ جس وقت آنحضرت مدینہ تشریف فرما ہوئے تو یہود کے چند قبیلے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر بنو قریظہ آباد تھے آپ نے اُن سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دوست رہیں مخالفین سے اتحاد نہ کریں۔ جنگ کے وقت ناطرفدار رہیں۔ کچھ عرصہ تک تو اون لوگوں نے اپنے معاہدے کا ایفاء

کیا لیکن جنگ بدر کے بعد اونہوں نے معاہدہ توڑ دیا اور جنگ خندق میں تو اونہوں نے علانیہ قریش کا ساتھ دیا مسلمانوں پر سختی کرتے اور اون کی توہین کیا کرتے بہرحال جب اون کی بے اعتدالیاں حد سے گزر گئیں تو آپ کو اُن کے ساتھ جنگ کرنی پڑی جن میں بھی مسلمان فتحیاب رہے۔ اِسی سلسلے میں خیبر بھی فتح ہوا۔

رُومیوں سے جنگ۔ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی تھی حارث بن عمیر کے ذریعے ہرقل کے پاس خط روانہ ہوا تھا علاقہ شام میں والی موتہ نے حارث کو قتل کر دیا چونکہ قاصد کو قتل کرنا درست نہ تھا اِس لیئے ۸ھ میں ایک مختصر فوج روانہ ہوئی اور پھر ۹ھ میں خود آنحضرت نے تبوک پر فوج کشی کی لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔

حجۃ الوداع۔ دس سال پیشتر آنحضرت صرف ابوبکرؓ کی رفاقت میں مکہ سے پوشیدہ طور سے روانہ ہو کر جبل ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ وہاں بھی قریش کھوج لگا چکے تھے ابوبکرؓ خوف کھاتے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور پھر صرف دو اُونٹ کا قافلہ بے آب و دانہ ریگستان میں چلا جاتا ہے۔ نہ کوئی جرار لشکر ساتھ ہے اور نہ کچھ سامان سفر ہی درست ہے ایک دن کا سفر نہیں منزل دور راستہ غیر معلوم ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں قدم قدم پر مارے جانے کا خوف ہے یا پھر دس سال بعد جبکہ آپ حج کے قصد سے

روانہ ہوتے ہیں تو ایک لاکھ چودہ ہزار مسلمان کا شاندار قافلہ ساز و سامان سے آراستہ آپ کے پیچھے پیچھے ہے اُونٹ پھولوں کے ہاروں سے آراستہ و مزین لہراتے ہوئے پرچموں سے اِس پرشکوہ کاروان کی سج دھج دوبالا ہو رہی تھی۔ تمام عرب اِسلام کے قبضہ اختیار میں ہے تمام عربوں کی گردنیں خالق کون و مکان وحدہٗ لاشریک کے آگے خم ہوتی ہیں نہ کسی دشمن کا خوف ہے اور نہ راستے کا اندیشہ اِس شان و شوکت کے ساتھ جب آپ مکہ معظمہ کے قریب پہنچتے ہیں تو آپ کی زبان سے یہ دُعا نکلتی ہے۔

"الٰہی میں تیری عبادت کے لئے یہاں موجود ہوں تیرا کوئی شریک نہیں تجھی کو عبادت سزاوار ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو ہی مالک الملک ہے کونین کی سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں"۔

پھر کعبے کے منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا" اے مسلمانوں میں تمہاری طرح محض ایک انسان ہوں ہر شئے خدا کی مرضی کے تابع ہے اور اُس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے جس میں نہ تقدیم کو دخل ہے اور نہ تاخیر کو جس نے مجھے دُنیا میں بھیجا تھا میں اُس کے طرف مراجعت کرتا ہوں تم کو میری آخری نصیحت یہ ہے کہ بھائی بھائی ہو کر رہو ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور محبت کا برتاؤ کرو۔ وقت پر ایک دوسرے کے کام آؤ ایک دوسرے کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور نیک عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ میں جب تک زندہ رہا تمہاری

بھلائی کی تدبیریں کرتا رہا اب مرتے وقت بھی مجھے اگر کوئی خیال ہے تو تم لوگوں کی بہبودی کا ہے۔"

وفات۔| حج کرکے آپ واپس ہوئے اب سالہ شروع ہوگیا اسی سال آپ نے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ کو ۶۳ سال کی عمر میں عالم جاودانی کو تشریف فرما ہوئے۔ وفات کے تیسرے دن جسد مبارک کو سپرد خاک کیا گیا۔

اخلاق مبارک| حضرت رسالت پناہ کے اخلاق حمیدہ اور سیرۃ حسنہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم انسان کامل اور خلق حسن کا بہترین نمونہ تھے اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم۔ آپ نے اپنی بعثت کی غرض ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی اِنَّما بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخلاق ہر شخص کہنے کو تو ہر قسم کا دعویٰ کرسکتا ہے لیکن غور کرو آنحضرت نے جو کچھ فرمایا اوس پر کس طرح عمل کیا کس طرح ریگستان کے وحشی بدوی مجسم اخلاق ہوگئے۔ خیال کرنیکی جگہہ ہے ایک ایسے شخص نے جو نہ کسی دار العلوم میں تعلیم پائی ہو نہ سقراط و بقراط کے مسائل کو سنا نہ کسی اُستاد کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا نہ حکما، و فلاسفروں کی صحبت میں رہا بلکہ چالیس سال اپنی زندگی ناتربیت یافتہ جاہل بد اخلاق اونٹ چرانے والوں میں بسر کیا۔ چالیس سال تک ایسی قوم میں رہا جو بت پرستی اور باہمی جنگ وجدال میں مبتلا رہی جو چوری زنا قمار ظلم و زیادتی کے سواء کوئی قانون نہ جانتی تھی اپنی تمام قوم کے خلاف چلا اُٹھتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اور اہل دنیا

کے لئے بہترین مذہبی اخلاقی تمدنی اُصول پیش کرتا ہے کہ جن تک بڑے بڑے حکما، و فضلا، کی عقل تک نہ پہنچ سکی۔

حضرت رسالت پناہ نے جس وقت زور وشور کے ساتھ اِسلام کی دعوت کی اُوسوقت دُنیا کے اخلاقی تاریکی کی کیا حالت تھی تاریخ کے صفحات اُس کے شاہد ہیں اگر آپ کی طرز زندگی طرز تعلیم و نصیحت سے کچھ اور ہوتی تو ناممکن تھا کہ اُس دعوت سے جو تمام ملک و قوم کے رسم و رواج کے سراسر مخالف تھا بہت قلیل عرصے میں جاہل عرب کو مطیع و منقاد کر دیتا۔

آنحضرت اِنسان کامل تھے اِنسان کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کا غم کھائے ایثار نفس کرے ہر حالت میں راست باز و راست گو رہے۔ پرہیزگاری پر عامل ہو اور اپنی کوئی فوقیت قائم نہ کرے بلکہ دوسروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ رکھے اپنی عزت و دولت۔ راحت۔ آرام۔ جمیعت خاطر کو قوم پر قربان کر دے۔ اگرچہ بظاہر یہ اوصاف معمولی اور آسان نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت نہایت مشکل ہیں اور اُن میں کمال پیدا کرنا اور زیادہ مشکل ہے جہاں یہ باتیں مشکل ہیں۔ وہیں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت میں یہ اوصاف اِس درجے راسخ تھے کہ خود اون اوصاف کو فخر و ناز ہو سکتا ہے۔

آنحضرت کے غمخواری کی مثال دنیا میں نہیں ملتی حضور انور زمانہ شباب ہی سے باوجودیکہ فراخ دست نہ تھے یتیموں اور غلاموں کی پرورش فرماتے

اقارب سے صلہ رحمی کیا کرتے محتاجوں کی مدد فرماتے قوم نے آپ کو تکلیفیں دیں آپ کو زخمی کیا یہاں تک کہ دندان مبارک کو شہید کر دیا لیکن آپ نے کہا تو یہ کہا "خدایا میری قوم کو بخشدے کہ وہ جانتی نہیں"

ہر حالت میں راست باز و راست گو رہنا نہایت درجہ مشکل ہے دنیا کے بڑے بڑے اکابرین جو آزادی کا نعرہ بلند کرتے اور کشور قلوب پر اپنا قبضہ کرتے ہیں۔ اس کٹھن منزل میں لغزش کھاتے ہیں لیکن آنحضرت کی راست بازی کی حالت قبل از نبوت یہ تھی کہ تمام قوم میں آپ محمد امین کے نام سے مشہور تھے آپ کی راست بازی کس درجے پر تھی وہ اِس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ قریش نے دھمکیاں دیں وعدے کئے بُرا کہا دُنیا کے مال و عزت کی طمع دی لیکن آپ نے جس کام کا اِرادہ کیا تھا اوس کو ترک نہ کیا۔ یہاں تک کہ اُس کو پورا کر کے چھوڑا۔

حضرت رسول کریم کی ذات مبارک پرہیزگاری کا اعلیٰ و اکمل نمونہ تھی۔ کبھی مخالفین کو بھی حرف گیری کا موقع نہ ملا۔

آنحضرت نے نہایت شد و مد سے مساوات پر عمل فرمایا آپ نے اپنے ہر ایک فعل سے اِس امر کا ثبوت دیا کہ وہ بجز اِس کے کہ رسالت کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور اُمور رسالت میں امام اور ہادی ہیں باقی ہر ایک امر میں عامۃ المسلمین کے ساتھ نسبت مساوات رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میری

تعریف میں حد سے زیادہ نہ بڑھو جس طرح نصاریٰ ابن مریم کے حق میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ میں صرف اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ تعمیر مسجد نبوی میں آپ اپنے سب اصحاب کے ساتھ شریک رہے۔ جہاد میں آپ سب کے ساتھ شریک رہتے عبادت میں اوروں سے کوتاہی نہ فرماتے۔ آنحضرت نے ملک و قوم پر اپنے آپ کو وقف فرما دیا تھا عزیزوں سے قطع تعلق کر لیا وطن چھوڑا۔ عزّت و دولت کی کوئی پروانہ کی حالت یہ تھی کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ کئی کئی دن تک چولھا روشن نہ ہوا کرتا۔ کبھی شب بھر آرام نہیں فرمایا۔ ایک حبّہ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔

ذات قدسی صفات میں حلم وعفو درجہ کمال کو پہونچے ہوئے تھے۔ ظلم وجفا پر صبر بدی کے بدلے نیکی آپ کا معمول تھا۔ جس کے متعلق بیسیوں واقعات ہیں تواضع وفروتنی کا یہ حال تھا کہ آپ کو کوئی پکارتا تو لبیک سے جواب دیتے ہر قوم کے بزرگوں کا اکرام کرتے ہر شخص یہ سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ کسی پر عنایت نہیں ہے۔ جب کوئی شخص ملاقات کو آتا تو اوس وقت تک برخواست نہ فرماتے جب تک کہ وہ خود نہ اُٹھ جائے۔ آپ بیمار غربا، و مساکین کی عیادت فرماتے ضعیف بیواؤں کی خدمت کیا کرتے۔

آنحضرت کا سُلوک غیر مذہب والوں سے | آنحضرت نے مکہ میں دعوت توحید کی قریش بُت پرست تھے سب سے پہلے یہی بُت پرست تھے جن کے ساتھ

آپ کو معاملہ پیش آیا۔ اِس امر سے ہم واقف ہیں کہ کفار نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو کس طرح تکلیفیں دیں لیکن آپ نے صبر سے کام لیا جب کہ فتح ہوگیا اور آپ کو بدلہ لینے کی ہر طرح کی قوت تھی تو آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے لئے امن وامان ہے یہودیوں نے آپ سے کیا کچھ نہ کیا یہانتک کہ زہر ملاہوا گوشت پیش کیا گیا۔ لیکن آپ نے ہر دفعہ نرمی کا ہی سلوک کیا۔ آپ غیر مذہب والوں کی مجلسوں میں شریک ہوتے دعوتوں میں تشریف لیجاتے اون کے جنازوں کی مشایعت کرتے مصائب کے وقت رسم تعزیت ادا کرتے۔ آپ اہل کتاب سے درہم وغیرہ قرض لیتے اور اپنی کوئی چیز رہن فرماتے۔ عیسائیوں کے لئے مسجد نبوی میں خیمے استادہ کئے گئے اون کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ غرض تمام تمدنی مسائل میں دیگر اہل مذاہب کے ساتھ یکساں برتاؤ فرماتے۔

آپ کا سلوک ملازموں سے | آنحضرت اپنے ملازموں کو نہایت خوش رکھتے اُن کو ملازم نہیں خیال کرتے اون پر کبھی غصہ نہ ہوتے۔ اُنس کہتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت کی لیکن آپ نے کبھی یہ تک نہیں فرمایا یہ کیوں کیا وہ کیوں نہ کیا۔

آپ کا سلوک عورتوں بچوں سے | آنحضرت نے فرمایا مَا اَکْرَمَ النِّسَاءَ اِلَّا کَرِیْمٌ وَلَا اَهَانَهُنَّ اِلَّا لَئِیْمٌ۔ آپ عورتوں کی واجبی تعظیم وتکریم کرتے اپنی ازواج

سے نہایت محبت نرمی سے سلوک کرتے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کے ساتھ کس طرح سلوک کیا تھا اور پھر جب بیعت کے وقت آئیں تو نہایت گستاخانہ کلام کیا لیکن آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے اون کی گفتگو سنی۔ حضرت علی کی والدہ فاطمہ اور حضرت ام رومان عائشہ صدیقہ کی والدہ کی نہایت توقیر و عزت فرماتے۔ کوئی بوڑھی عورت راستے میں باتیں کرنے لگتی تو آپ کھڑے ہوکر اون کی گفتگو سماعت فرماتے۔ آنحضرت بچوں کو بیحد پیار کرتے اون سے خوش طبعی کیا کرتے۔ حضرت حسنین کو کندھے پر سوار کرکے لیجاتے۔

آپ کے پاکیزہ اخلاق کا غیر مذاہب کے مورخین کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ موسیو بارتھیملی اسنیٹ ہیلر لکھتا ہے "حضرت رسالتمآب اپنے زمانے کے عربوں میں سب سے زیادہ تیز فہم سب سے زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے۔ آپ نے جو کچھ حکومت کی وہ محض اپنی فضیلت کیوجہ سے تھی جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنھوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بن گیا۔"

موسیو لیبان لکھتا ہے "اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگذشت ہے جس کی آواز ایک قوم ناہنجار کو جو اُس وقت تک ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی تھی رام کیا اور اِس درجہ پر پہنچایا کہ اُس نے عالم کے بڑے سے بڑے سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا۔ اور اُس وقت تک بھی وہی نبی امی اپنی

قبر کے اندر سے لاکھوں بندگانِ خدا کو کلمہ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔"

موسیو کریمر لکھتا ہے"آنحضرت کی یہ خواہش تھی کہ ایک نئے مذہب کی بنا ڈالیں اور اُس میں وہ کامیاب ہوئے۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ایک ملکی اِنتظام بھی اُنہوں نے پیدا کر دیا۔ جو بالکل جدید اور خاص صورت رکھتا تھا۔ متعدد چھوٹے بڑے اور سیکڑوں مختلف اقسام قبیلوں کو جو رات دن آپس میں لڑتے رہتے تھے آنحضرت کے کلام نے ایک قوم بنا دیا۔"

غرض کہ آنحضرت کے پہلے عربوں کی جہالت اور وحشیت کی جو ناگوار حالت تھی اُس پر غور کرو اور پھر آنحضرت کی تعلیم کے بعد عظیم الشان فوری تغیر کو دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ کی طرز زندگی تعلیم سے جداگانہ ہوتی تو ہرگز ہرگز ایسی کامیابی نہیں ہوتی۔ اُمت مرحومہ کے لئے آپ کے اُسوۂ حسنہ کی اِتباع اور پیروی نجات کے لئے صراط مستقیم اور ترقی کے لئے بہترین دستور العمل ہے۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وسلم۔

شامِ غم کی صبحِ امید

یعنے

پیغمبرِ اسلام

(۱)

ہوائیں ہوگئیں خاموش وقت شام آپہنچا   اندھیرا چھا گیا ہر سمت عالم ہے خموشی کا

وہ رات جس کی صبح کو مسیح کا سفر ہونے والا ہے درد والم کی مجسم تصویر ہے عجب یاس وحسرت برس رہی ہے. بنی اپنا آخری پیغام اپنے شاگردوں کو سنا رہا ہے ہر طرف سے نا اُمیدی کا ہجوم ہے دردانگیز الفاظ وحشت خیز رات کو مہیب کر رہے ہیں مسیح کا وداع ہے بنی اسرائیل کی نبوت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہورہا ہے. الٰہی عہد بنی اسرائیل سے ٹوٹتا ہے اور بنی اسمٰعیل سے باندھا جاتا ہے آسمانی دعوت سے ایک گروہ رخصت کیا جارہا ہے اور دوسرے گروہ کے لئے جگہ خالی کیجارہی ہے. ایک خشک درخت کاٹا جارہا ہے اور دوسرا نہال بارآور سرسبز ہوتا ہے کیسی

ڈراؤنی غمناک رات ہے مگر کتنی بڑی خوشی اُس کے پیچھے کھڑی ہے۔

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

(۲)

اِس شام غربت کی صبح اُمید پانچ سو ستر سال کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے۔ فاران کی چوٹیوں پر ابر رحمت کی بارش ہوتی ہے جس سے نہ صرف ریگستان عرب کی خشک زمین اپنے تشنہ ذروں کو سیراب کرتی ہے بلکہ اکناف عالم میں اِس بارش سے شیریں نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور اپنی آبیاری سے گلشن گیتی کے چمنوں کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہیں۔

گھٹا اِک پہاڑوں سے بطحیٰ کے اُٹھی | پڑی چار سو اِک بیک دُھوم جس کی
کڑک اور دَمک دُور دُور اس کی پہنچی | جو تیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

رہے اُس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کاشانۂ دہر کے متوالو خواب غفلت سے ذرا چونکو کروٹ بدلو آنکھیں کھولو ہدایت کی پُر نور ضیاء آپہونچی تاریکی دُور ہو گئی حق آگیا باطل ٹوٹ گیا دنیا کا مصلح اعظم ہادیٔ برحق اِس شبستان عالم کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے حق کا نہایت سیدھا اور صاف راستہ

دکھلا رہا ہے اہل دُنیا کے لئے ایک نعمت لازوال لایا ہے۔

(۳)

دُنیا پر ظلمت کی تیرہ و تاریک گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے اہل دُنیا اپنے مذہب سے نابلد ہو کر سورج چاند تاروں کی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں بجائے توحید کے تثلیث کی بندگی ہوتی ہے خانۂ خدا بتوں کا ملجا و ماوا بنا ہوا ہے حق کے متلاشی کے لئے مذہب سرچشمہ ہدایت نہ رہا ہے اعمال ذمیمہ افعال شنیعہ اُن کے عادات و اخلاق ہیں علم و ہنر سے بیگانہ ہو رہے ہیں ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔ شراب قمار چوری زنا کا زور ہے۔ اِس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایک داعی حق ہادی برحق مبعوث ہو اور اپنی ہدایت سے دنیا کی سیاہی کو دُور کر دے اہل دُنیا کو مذہب سے باخبر اور توحید سے واقف کر دے۔ خانہ خدا کو اوسکی عبادت کے لئے مخصوص کر دے اعمال ذمیمہ کو دور اخلاق حسنہ کی تعلیم دے علم و ہنر کو مروج کرے ظلم و ستم کا انسداد کرے شراب قمار چوری زنا کو موقوف کرے۔

آل ہاشم سے ایک جوان دنیا میں مبعوث ہوتا اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے ان امور کی بہترین طور سے اصلاح کرتا ہے۔ گو وہ دُنیا سے چلا گیا مگر اپنے پیروں کے لئے یک اعلیٰ و اکمل قانون اور اپنی زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گیا جس کا اتباع اور پیروی نجات کا سیدھا راستہ ہے۔

(۴)

وہ دُنیا میں آیا اور اپنی زندگی کے (۶۳) مرحلے طے کر کے چلا گیا مگر دیکھو وہ دُنیا میں کیوں آیا؟ اُس نے اِس دنیا میں کس طرح زندگی بسر کی؟ اور اہل دنیا کو کن کن اُمور کی تعلیم دی؟ اور کونسا راستہ تبلایا؟

اُس نے دُنیا میں کوئی بڑی عمر نہیں پائی اپنی زندگی کے ابتدائی ایام ناتربیت یافتہ جاہل وحشی اُونٹ چرانے والوں میں بسر کیے چالیس سال تک کسی عالم کی صحبت سے مستفید ہوا اور نہ کسی فاضل کے زیر تربیت رہا نہ کسی فلسفی کی زیارت نصیب ہوئی اور نہ کسی حکیم سے ہم کلامی کا موقع ملا۔ مگر چالیس سال کی عمر میں یکایک دُنیا کے سامنے بہترین مذہب اور مکمل قانون پیش کرتا ہے جس کے مقابلہ کی نہ کسی مذہب کو طاقت رہتی ہے اور نہ کوئی امت تاب مقاومت لاسکتی ہے۔ اس کے مذہب نے دنیا کے تمام ادیان و ملل کو جو توحید سے ہٹ گئے تھے کامل شکست دی اور چار دانگ عالم میں کوس انا لاغیری بجایا۔

کیا انہوں نے جہاں میں اُجالا ۔۔۔۔۔ ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا ۔۔۔۔۔ ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

(۵)

باپ کا سایۂ تو قبل از ولادت ہی اُٹھ چکا ہے چھ سال کی عمر میں مادر شفقہ بھی رخصت ہوتی ہیں دادا جو پرورش کا کفیل ہے نو سال کی عمر میں وہ بھی سدھارا اور اُس یتیم و بیسیر لڑکے کی پرورش چچا کے ذمہ ہوتی ہے چچا کے زیر پرورش وہ جوان ہوتا ہے مگر کیسا ؟ جو حسن معاملگی راستبازی صدق و دیانت منصف مزاجی عقلمندی رحم دلی اور اخلاق پسندیدہ کے باعث تمام قریش میں مفخر و ممتاز ہے۔ یتیموں کی پرورش اوس کا خاصہ بیواؤں ضعیفوں کی خبر گیری اُس کا معمول ہے۔ عرب کے معمر اوس کے گرویدہ' جوان اوسپر فدا' اور لڑکے اوس کے شیدا ہیں اور محمد الامین کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

فاق النبین فی خلق و فی خلق
و لم یدانوہ فی علم و لا کرم

(۶)

اپنی عمر کے چالیس سال ختم کرنے کے بعد اُس پر وہ ناموس اکبر اُترتا ہے جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر اُترا تھا لیکن دیکھو قوم اُس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے کیسی کیسی تکلیفیں دی جاتی ہیں وہ تمام قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے

کہ مجھے اپنی امان میں لیکر صرف اِتنا موقع دلادو کہ خدا کی آواز لوگوں تک پہنچا سکوں لیکن کوئی حامی نہیں بھرتا تمام مسلمان عرب کی فضا میں سانس تک نہیں لے سکتے تلاش اَمن کے لئے افریقہ وحبش کے ریگستانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں جو عرب میں رَہ گئے ہیں وہ ہدف مظالم گوناگون ہیں۔ آخر تیرہ سال بعد امن کی جگہ نصیب ہوتی ہے مگر افسوس یہاں بھی چین لینے نہیں دیتے متواتر آٹھ سال تک اپنی جنگوں سے تنگ کرتے ہیں۔

آخر کب تک حق کی مخالفت کی جاتی اور کب تک باطل غالب رہتا ایک دن آیا کہ تمام سرکشوں کے سرخم ہوگئے اور سبھوں نے تسلیم و رضا کی گردنیں جھکا دیں۔ گو اُس نے اُن لوگوں سے طرح طرح کی ایذا اُٹھائی تھی اوس کے عزیز و اقارب دوست احباب اُن کے شمشیر جفا کے نذر ہو چکے تھے مگر جب قوم عاجز ہو کر سامنے آتی ہے تو اِرشاد ہوتا ہے "جاؤ تم آزاد ہو"۔

فقد اتیت رسول اللہ معتذراً

والعذر عند رسول اللہ مقبولُ

(۷)

اب اوس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے تمام عرب جو چوبیس سال سے مخالف تھے اب اطاعت کو فخر خیال کرتے ہیں تمام ملک عرب اجتماع اور اِتحاد کے رشتہ میں

مستحکم ہوگیا ہے انما المومنون اخوۃ کے رُوحانی رشتہ نے خون قرابت اور نسل کے رشتوں کی جگہ لے لی ہے اور سب ایک کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد الرسول اللہ پر قایم ہو گئے ہیں جس کام کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا ہے دین کی تکمیل ہو چکی ہے اسلام کی آواز عرب سے نکل کر دور دور تک پہونچ چکی ہے اوس کا اصلی کام یعنے تمام عالم میں دعوتِ اسلام کا اعلان پُورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب وہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

(۸)

آپ کے اخلاق پر نظر کی ضرورت ہو تو قرآن موجود ہے۔ کریم النفسی کو دیکھو دشمن سوتے میں تلوار کھینچکر آتا ہے کہ قتل کر دے آپ کی آنکھ کھُل جاتی ہے دُشمن دریافت کرتا ہے کہ تجھے کون بچائے گا سُنتا ہے خدائے برتر اس کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے آپ اُٹھا کر دریافت کرتے ہیں اب تجھے کون بچائیگا دشمن عاجز ہو جاتا ہے اور آپ اُس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

رحم و کرم کو دیکھو دشمن سے دشمن پر بھی لُطف و عنایت ہے ثمامہ سردار نجد ایمان سے مشرف ہوتا ہے اور اہل مکہ کے رسد کا راستہ بند کر دیتا ہے قریش جاں بلب آپ کی خدمت میں آتے ہیں دریائے رحمت جوش میں آتا ہے ثمامہ کو حکم جاتا ہے غلہ بدستور جانے دو۔

میدان حدیبہ میں آپ صبح کی نماز میں مشغول ہیں دشمنوں کی ایک جماعت اس ارادہ سے آتی ہے کہ نماز پڑھتے ہی قتل کر دے مگر اسیر ہو کر جب پیش ہوتے ہیں۔ تو بلا کسی سزا کے آزاد ہو جاتے ہیں۔ آپ کی صاحبزادی کو اونٹ سے کجاوا سمت گرا دیا جاتا ہے جس کے صدمہ سے وہ بیمار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ آپ کے عزیز چچا کو نہ صرف شہید کیا جاتا ہے بلکہ ان کی نعش کے ساتھ بے حرمتی کیجاتی ہے مگر دیکھو ان تمام بے رحموں پر کیسا رحم ملاطفت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا گیا۔

انبئت ان رسول اللہ اوعدنی

والعفو عند رسول اللہ مامول

منکسر مزاجی کو دیکھو شہنشاہ دو جہاں ہے مٹی کا فرش اور پتھر کا سرہانا ہے گھر میں جلانے تیل تک نہیں دو دو دن کا فاقہ ہے۔ کئی کئی دن تک چولھا روشن نہیں ہوتا۔ حلم وعفو کو دیکھو سخت سے سخت درشت سے درشت باتیں بکمال خندہ پیشانی سن لیتے ہیں۔ ایک بادیہ نشین آتا ہے اور چادر اس زور سے کھینچتا ہے کہ گردن پر نشان پڑ جاتا ہے اور کہتا ہے اے محمدؐ خدا کا جو مال تیرے پاس ہے وہ مجھے دے۔

تواضع وفروتنی پر نظر کرو کہ قوم کے بزرگوں کا اکرام ہوتا ہے غربا و مساکین کی عیادت فرماتے ہیں ضعیفوں بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جاتے ہیں۔

سخاوت ملاحظہ ہو وقت واحد میں سو سو اُونٹ اور بکریوں کے منہ دے دیدئے جاتے ہیں لفظ نفی ہے کہ زبان پر نہیں آتا۔ گھر میں دو وقت کا فاقہ ہے تیسرے دفعہ کچھ میسر ہوا ہے مہمان آتا ہے ماحضر اس کو کھلا دیا جاتا ہے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی۔

"اگر ایک یتیم کو دیکھکر دریائے رحمت جوش میں آجاتا ہے تو ساتھ ہی ضلالت وگمراہی کے مقابلہ میں کوہ استقلال ہے وعفو وکرم بخشش ومروت کا شہنشاہ ہے لیکن حدود اللہ کے جاری کرنے میں عدل و معدلت گستری کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ حلیم و بردبار ہے مگر ضلالت وگمراہی کے مقابلہ میں کبھی عجز کا اظہار نہیں ہوتا۔ حق وصداقت کے اعلان میں مخالفوں کی پروا نہیں کرتا۔ فیاض ہے مگر مسرف نہیں رحم وراحت کا پیکر ہے مگر خدائی مجرم کے لئے نہیں۔ شجیع وبہادر ہے لیکن اظہار حق کے لئے۔ منصف وعادل ہے لیکن صرف مسلمانوں کے لئے نہیں۔ فاتح ہے مگر مفتوح کے لئے سراپا لطف وکرم" اور تو اور اوس کے اخلاق کا خدا خود معترف ہے۔ انك لعلیٰ خلق عظیم ؕ

(۹)

دیکھو نبیؐ امی آیا اور اہل دنیا کو توحید کی تعلیم دے گیا جس نے نہایت صاف اور واضح طور سے ذہن نشین کرا دیا کہ خدا کی ایک ذات لاشریک ہے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق　　زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرمان اِطاعت کے لائق　　اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُس نے سمجھا دیا کہ جسمانی عبادت نفس و قلب اِنسانی کے تطہیر اور تزکیہ کے لئے ہے اور بتا دیا کہ مذہب اکراہ اور جبر کو جائز نہیں رکھتا۔
آپ نے دنیا کو حُریت و آزادی کی تعلیم دی اور یہ امر ذہن نشین کرا دیا کہ سوائے خدا کے کسی کی اِطاعت جائز نہیں ہے۔ آپ نے ظاہر کر دیا کہ نسب و بزرگی کوئی چیز نہیں ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہے۔ آپ نے آگاہ کر دیا کہ مرد عورت ہر حثیت سے مساوی ہیں۔ جہاں آپ نے عورتوں کو شوہر کی اطاعت کا حکم دیا۔ وہیں مردوں کو حکم دیا کہ عورت سے نرمی کا سلوک کریں اُن کی عزت کریں اُنکے حقوق کی حفاظت کریں۔ اور پھر عام طور پر ہمدردی۔ تواضع۔ سادگی۔ راست بازی۔ ایفائے عہد۔ یتیموں کی حفاظت۔ دوستوں عزیزوں ہم مذہبوں بلکہ تمام دنیا کے ساتھ محبت بزرگوں کے ساتھ اَدب چھوٹوں پر شفقت کے اعلیٰ اوصاف کی تعلیم دی۔

(۱۰)

بتاؤ آج دنیا کا کون مذہب اپنے بانی مذہب کے صحیح اُصول پر قایم ہے؟

بتاؤ آج وہ کون قوم ہے جس کا مذہبی قانون مکمل اور غیر مسخ شدہ ہے؟ کیا آج کوئی قوم کتم شہود میں ایسی ہے جو توحید کے متعلق جامع اور واضح دلائل رکھتی ہے؟ بتاؤ آج کون ہے جس کا مذہبی دستور العمل انسانی فطرت کے عین موافق ہے؟

وہ صرف مذہب اِسلام ہی ہے جو آج چودہ سو سال سے اپنے صحیح احکام پر قایم و برقرار ہے۔ اسلام کے اخلاق اور معاشرتی زندگی کا معیار آج بیسویں صدی کے سوشیالسٹوں کے معیار سے بہتر اور انسانی سوسائٹی کے فرق مراتب کے لحاظ سے موزوں تر ہے۔ آج بیسویں صدی میں اہل یورپ مذہب سے منحرف ہو کر جس فطرتی مذہب کے متلاشی ہیں اُن کے لئے اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں ملسکتا۔ درحقیقت وہ صرف اسلام ہی ہے جو فطرۃ اِنسانی کے موافق ہے اور اسلام ہی سچا مذہب اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ھٰذا صراط ربك مُستقیماً۔

گو آج مسلمان اپنے اعمال کے لحاظ سے باعثِ ننگ ہیں۔ اور اونکی حالت زبون ہے لیکن ذرا چونکے اور پھر ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

رسولِ کریم صلعم کی خانگی زندگی

پیغمبری کی دلیل پیغمبر کی زندگی ہوتی ہے۔ اُس کا کھانا، پینا، رہنا، سہنا گھر کی معاشرت اور باہر کا سلوک دوستوں اور عزیزوں سے ملنا جلنا ہی چیزیں ہیں جو دعویٰ کی صداقت میں پیش ہو سکتی ہیں۔ نبی یا پیغمبر کی سچائی کے لئے ایک بڑا معجزہ یہ ہے کہ اوس کی زندگی میں کوئی راز نہ ہو، اگر اس کی زندگی کی کتاب سب کے سامنے کھول دی جائے تو اس کا ہر صفحہ عالم کی نظر سے مخفی نہ ہو۔ اُس کی زندگی ویسی ہی ہو جیسی ہر ایک اِنسان کی ہوتی ہے لیکن اس میں وہ ملکوتی قوتیں ہوں جن کے ذریعہ وہ عام انسانی جذبات کی تبدیلی کا مدعی ہے، وہ باوجود انسان ہونے کے اپنے میں اِنسانیت سے بالاتر ایک جلوہ حق رکھتا ہو۔ وہ ثابت کر دے کہ مخلوق کو جس مذلت سے آزاد کرنے وہ آیا ہے خود بھی اُس سے آزاد ہے اور جس خبیث اخلاقی لشکر کو شکست دینے مامور ہوا ہے خود بھی اُن کو شکست دے چکا ہے۔ اِن اُصول کو پیش نظر رکھ کر جب ہم بانیان مذہب کی زندگی کا

مطالعہ کرتے ہیں تو بجز ایک ذات رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بنی کی زندگی صاف نظر نہیں آتی کیونکہ کسی بنی کے صحیح حالات کا پتہ نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو ہم مختلف عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔

بعثت کے پہلے کی زندگی۔ نبوت کے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلعم جب سن رشد کو پہونچے تو اپنے خاندانی روایات کے بموجب تجارت میں مشغول ہوئے۔ تاجر کے محاسن اخلاق میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ایفائے عہد۔ امانت داری کے لئے آپ مشہور تھے۔ اسی دیانت کا نتیجہ تھا کہ قریش آپ کو امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

آپ اپنے اسوۂ حسنہ اور پسندیدہ اخلاق کے باعث تمام قریش میں معزز وممتاز تھے۔ اور وہ اپنے اہم معاملات میں آپ ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ کعبۂ شریف کی تعمیر میں حجر اسود کے نصب کرنے پر جو جھگڑا ہونیوالا تھا اور آپ کی وجہ سے جس طرح سب راضی ہوگئے وہ تاریخ کا ایک مشہور ومعروف واقعہ ہے۔

اس زمانہ میں بھی آپ فراغ دست صاحب مال ودولت نہیں تھے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے کسب سے آپ مہمانوں کی ضیافت کرتے یتیموں کی پرورش کرتے مسکینوں اور عاجزوں کی دستگیری کرتے حق کی اعانت

کرتے مظلوموں کی مدد فرماتے فقیروں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے۔ آپ کے ان ہی اخلاق حسنہ کے باعث تمام قریش میں آپ ہر دل عزیز تھے وہ آپکا ادب و احترام کرتے اور آپ کی مدح میں رطب اللسان رہتے تھے۔

اِنسانی اخلاق کا پتہ اس کے اِنتخاب احباب سے بھی ہوتا ہے۔ اِس لحاظ سے بھی آپ ممتاز تھے آپ کے جو خاص خاص احباب تھے وہ سب کے سب نہایت پاکیزہ اخلاق بلند مرتبہ اور اعلیٰ منزلت اصحاب تھے۔

تقریباً تمام عرب اور قبیلہ قریش بت پرست تھے۔ لیکن یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ نے بچپن یا شباب میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی پیغمبری سے سرفراز ہونے کے پہلے بھی آپ نے شرک نہیں کیا تھا۔ کبھی زنا نہیں کی چوری دغا فریب نہیں کیا۔ شراب نہیں پی، سود نہیں لیا جوا نہیں کھیلا۔ حالانکہ یہ تمام عرب کے اِمتیازی خصوصیات تھے۔

مکی زندگی بعد از نبوت۔ حضرت محمدؐ صلعم نے چالیس کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور تمام قریش آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے اور آپ کو طرح طرح سے ایذا پہونچاتے اور تکلیفیں دیا کرتے بغض و کینہ سے ان کے قلب لبریز تھے مگر یہ کس طرح تعجب انگیز ہے کہ ان کی دولت کا ماموں مقام کاشانہ نبوت ہی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی آپ کے پاس غیر مسلم لوگوں کا کثیر مال امانت تھا جب آپ مکہ سے ہجرت فرمانے لگے تھے۔ اِس امانت کو واپس

پہونچانے کا کام آپ نے حضرت علی کرم اللہ کو تفویض کیا تھا۔

مکہ کے قیام کے زمانہ میں نبوت کے بعد گو قریش آپ کو ایذا پہنچاتے تھے مگر معاشرتی معاملہ میں بجز تین سال کے جس میں قریش ہی نے آپ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی۔ آپ اُن کے ساتھ برابر شریک رہا کرتے۔ آپ کا در دولت جس طرح مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا تھا اُس طرح غیر مسلم کے لئے بھی لبیک کہتا تھا۔ آپ کے مہمانوں میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ جس طرح آپ کا مال و دولت غریب مسلمانوں اور یتیموں کی دستگیری میں کام آتا تھا اسی طرح غیر مسلم یتیموں اور عاجزوں کی اعانت میں صرف ہوتا تھا۔

غیر مسلم قریش کو اس امر کا یقین تھا کہ آپ راست باز ہیں اگرچہ وہ آپ کے جانی دشمن تھے اور فتح مکہ تک لڑائی جھگڑا کرتے رہے مگر اس کے باوجود آپ کے اخلاق حسنہ کے وہ معترف تھے آپ کی رحم دلی۔ کریم النفسی۔ خلق۔ مروت کا اُن کو کامل یقین تھا۔

جب ثمامہ بن اثال نے مسلمان ہو کر نجد کا راستہ بند کر دیا اور مکہ میں غلہ نہ آنے لگا اور قحط ہو گیا تو قریش نے آپ ہی کے در پر جبہ سائی کی اور کامیاب ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن انہوں نے جو کچھ اندازہ کیا اور آپ سے کہا وہ یہی تھا جس کی وہ آپ کی رحم دلی اور کریم النفسی سے توقع رکھتے تھے اور جس طرح وہ کامیاب ہوئے اور اپنے جرائم کو معاف کرا لیا تھا وہ ایک تاریخی

واقعہ ہے عرب کا مشہور شاعر کعب کہتا ہے۔

فقلت اتیت رسول اللہ معتذراً

والعذر عند رسول اللہ مقبول

مدنی زندگی | مکہ سے مدینہ آنے کے بعد حضرت رسول کریم کی شخصیت دنیوی حیثیت سے وہ نہیں رہی جو مکہ میں تھی۔ یہاں فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جاتا تھا۔ مال و دولت کی کثرت اور افراط ہونے لگی تھی، عام مسلمان خوش حال اور صاحب ثروت ہوتے جاتے تھے۔ مگر خود اس سلطان کونین محبوب رب المشرقین کو ایک فقیرالحال زندگی کی بھی ضروریات و مایحتاج حاصل نہیں تھیں۔ آپ کی زندگی شروع سے آخر تک نہایت سادہ رہی۔ کسی وقت میں بھی آپ کے مزاج میں شان و شوکت نام نمود کا خیال نہیں ہوا۔ حالانکہ آپ بانی مذہب تھے۔ سارا عرب آپ کے زیر نگین تھا۔ تمام عرب آپ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتا تھا۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے بالکل درست لکھا ہے "کہ شہنشاہ عرب پھٹے پُرانے کپڑوں میں مدینہ کی گلیوں میں غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ کام کرتے نظر آتا ہے۔ وہ تاج و تخت سے بے نیاز قصر و ایوان سے مستغنی حاجب و دربان سے بے پروا مال و زر سے خالی خدم و حشم کے بغیر دلوں پر حکومت کر رہا تھا۔"

آپ کا لباس کبھی اعتدال سے بڑھا نہیں۔ کبھی آپ نے قیمتی لباس زیب تن نہیں فرمایا۔ آپکی قمیص لنگ اور چادر موٹے کھدر کی ہوتی تھی۔ جس میں پیوند

لگے ہوتے۔ بستر بھی نہایت سادہ کمبل یا حصیر کا ہوا کرتا تھا ایک مرتبہ حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا نے کمل کو دوہرا کر کے بچھا دیا تھا مگر آپ نے آیندہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

آپ کی غذا بالکل سادہ ہوتی تھی۔ کبھی آپ نے ایک ساتھ دو طرح کی غذا تناول نہیں فرمائی ہمیشہ بہت کم غذا پر بسر فرماتے۔ کبھی شکم سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا۔ بلکہ اکثر مرتبہ کئی کئی وقت کا فاقہ ہوتا اور دنوں چولہا روشن نہیں ہوتا تھا۔ کھجور، دودھ اور شہد پر بسر ہو جاتی تھی۔ خانہ نبوت کی زیبائش اور آرائش کی کیفیت حضرت عمر نے اس طرح بیان کی ہے:-

"رسول کریم ایک تہہ بند باندھے چارپائی پر لیٹے ہیں اور آپ کے جسم اقدس پر رسیوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ گھر کے ساز و سامان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف مٹھی بھر جو کے دانے پڑے ہیں۔ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال رکھی ہے، دوسری کھال ایک طرف لٹک رہی ہے کچھ مشکیزہ کی کھالیں ہیں جو کھونٹی پر لٹک رہی ہیں"

یہ تھا خانہ رسول اور اس کی زیبائش بقول مولانا ابوالکلام آزاد "عرب کے شہنشاہ اور دونوں جہاں کے مالک نے اپنے لئے نہ تو قصر و ایوان تیار کرائے اور نہ حاجب و دربان رکھے نہ تو دیبا و حریر کا فرش کیا اور نہ چاندی سونے کی کرسیوں اور شیشہ آلات سے اپنے آستانے کو آراستہ کیا اور نہ اپنی

ہستی کو انسانیت سے ما فوق ظاہر کیا بلکہ علی الاعلان کہدیا اَنا بشرٌ مثلکم"

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
مقام اِس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مُشدّد کا

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محنت و مشقت کے عادی تھے۔ خانہ داری کے کام سے آپ کو عار نہ تھا۔ بکریوں کا دودھ آپ نچوڑتے۔ اپنے کپڑے آپ دُھوتے۔ سفر کے موقع پر تمام ساتھیوں کے ساتھ کام انجام دیتے تھے آپ کی مہمان نوازی بھی مشہور ہے۔ حضرت بلال کے ذمہ اِس کا انتظام تھا مہمانوں کی نہ صرف کھانے سے تواضع ہوتی بلکہ کپڑا بھی دیا جاتا تھا۔ باغ فدک کو آپ نے اِسی اِنتظام کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ کھانے پینے کی معمولی چیز کو بھی کبھی آپ تنہا نہیں کھاتے تھے تمام حاضرین کو شریک فرماتے۔ آپ کے مہمانوں میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی اِمتیاز نہ تھا۔ آپ خود بہ نفس نفیس مہمانوں کی خاطر و تواضع فرماتے تھے بعض مرتبہ جو کچھ حاضر ہوتا وہ مہمان کے آگے رکھدیا جاتا اور خانہ نبوت فاقہ سے بسر کرتا آپ بڑے سخی تھے کوئی چیز آپ سے طلب کی جاتی تو کبھی اِنکار نہ فرماتے۔ بڑی سے بڑی رقم ایک ہی دن میں تقسیم ہوجاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ بحرین کا جزیہ کثیر مقدار میں آیا آپ نے اُسی دن اُس کو تقسیم کر دیا۔

رسول کریم کے خلق عمیم میں کافر و مسلم دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی

اہل مکہ کی طرح یہودیوں نے بھی آپ کو مدینہ میں تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی بلکہ پوشیدہ طور پر آپ کو زہر دینے میں بھی کمی نہیں کی گئی، لیکن ان تمام امور کے باوجود آپ تمدن و معاشرت کے معاملات میں اُن کا ساتھ دیتے اُن کی محفلوں میں شریک ہوتے، اُن کی دعوت قبول کرتے اُن کو دعوت دیتے اُن کی مہمانی فرماتے اُن کے بیماروں کی عبادت کرتے اُن کے جنازوں کی مشایعت کرتے اور تعزیت ادا فرماتے تھے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدس کو دیکھو کہ ایک طرف دوجہان کی بادشاہت آپ کے سامنے ہے اور دوسری طرف بوقت انتقال آپ کی زرہ من بھر غلہ کے لئے ایک یہودی کے پاس رھن ہے۔

پیغمبر اسلام کی زندگی بحیثیت آقا کے۔

حضرت پیغمبر اسلام صلعم اپنا کام آپ خود انجام دیتے تھے آپ کے جو خدمت گار تھے ان کے ساتھ آپ مساویانہ برتاؤ کرتے تھے۔ جو آپ کہاتے ان کو وہی کہلاتے جو آپ پہنتے وہی اُن کو پہناتے آپ اپنے لئے لفظ آقا تک پسند نہیں فرماتے تھے؛

چہ عظمت دادی یارب بخلق آن عظیم الشان
کہ انی عبدہ گوید بجائے قول سبحانی

آپ کے خادم انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت کی، آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا وہ کام کیوں نہ کیا۔ بلکہ جتنا کام میں

کرتا اُس سے زیادہ آپ میرا کام کر دیتے تھے۔ ایک معمولی بدو آتا ہے اور یا محمدؐ کے
خطاب سے مخاطب کرتا ہے۔ آپ لبیک سے جواب دیتے ہیں۔ ایک بدوی
آتا ہے اور پیکرِ نبوت اور رسالت کی شان سے سکتہ ہوجاتا ہے ارشاد ہوتا ہے
تم ڈرتے کیوں ہو میں اُسی ماں کا بیٹا ہوں جو سوکھے کباب کھایا کرتی تھی۔

حضرت رسول کریم کی زندگی بحیثیت شوہر کے۔

حضرت رسول کریم صلعم اپنے ازواج مطہرات کے
ساتھ نہایت محبت و نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ انکی
خاطر کرتے۔ ان کے ساتھ ایک برتن میں کھانا تناول فرماتے ایک ہی بستر پر آرام
فرماتے۔ اور مہذب خوش طبعی کرتے۔

حضرت خدیجہ کے ساتھ جو آپ کی سب سے پہلی بی بی تھیں آپ کو بے انتہا محبت
تھی ان کی وفات تک آپ نے کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت
پچیس سال کی تھی اور بی بی خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آپ کی جملہ اولاد سوا ابراہیم
کے سب ان ہی سے ہوئی۔ آپ کو ان سے اس درجہ محبت تھی کہ ان کے مرنے
کے بعد بھی جب ان کا ذکر آتا تو آپ جوش محبت سے بے تاب ہوجاتے تھے۔

بیبیوں کے ساتھ آپ کی جو محبت تھی کبھی اُس کا اظہار دنیادارانہ طریقہ سے
نہیں ہوتا تھا جس طرح آپ کی زندگی سادہ طریقہ سے بسر ہوتی تھی اُن کا بھی وہی
حال تھا۔ پُر تکلف ریشمی و زرین لباس اور زیورات کا استعمال نہیں ہوتا تھا چونکہ
عام اُصول فطرت کے موافق ہر مزاج اور طبیعت کی عورتیں تھیں اور آنحضرت صلعم

ہمیشہ فقر وفاقہ سے بسر کرتے تھے ازواج کے اکل وشرب کا انتظام بھی خاطرخواہ
نہیں ہوتا تھا جس کے باعث وہ کبھی کبھی شکایت بھی کرتے تھیں حتیٰ کہ ایک مرتبہ
آپ نے ایلا بھی کر لیا تھا یعنی تمام بیبیوں سے علیحدہ ہوکر ایک ماہ تک تنہا
بسر فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود آپ کی جبین مبارک پر کبھی شکن نہیں پڑتی تھی
آپ کا قول ہے کہ یہ آب گینے ہیں ان کو سنبھال کر رکھنا چاہیئے کیونکہ ذرا سی
غفلت سے ٹوٹ جاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی زندگی بحیثیت صاحب اولاد

اولاد سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ
اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ آتیں تو آپ فرط محبت سے
ایستادہ ہوجاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ انہیں دیتے تھے۔ جب
کبھی آنحضرت سفر کو جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ کے پاس آتے اور
جب واپس آتے تو سب سے پہلے آپ ہی کے مکان کو آتے تھے۔

حضرت ابراہیم جو آنحضرت کے فرزند تھے مدینہ سے چار میل پر پرورش
پاتے تھے۔ آپ وہاں تک پیادہ جاتے بچے کو بوسہ دیتے اور جب ان کا انتقال
ہوا تو آپ اشکبار ہو گئے۔

حضرت امام حسن اور حسین کو آپ جس قدر محبت کرتے تھے وہ مشہور
و معروف ہے۔ آپ ان کو نماز میں بھی اپنے سے جدا نہ کرتے تھے انہیں اپنے
دوش پر جگہ دیتے ان کو پیار فرماتے۔

یہ سب کچھ تھا لیکن عامۃ الناس پر کبھی آپ نے اپنے عزیز اولاد کو ترجیح نہیں دی۔ چنانچہ حضرت فاطمہ محنت و مشقت سے مجبور ہو کر آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ ایک لونڈی عنایت فرمائی جائے جبکہ آپ کے پاس مال غنیمت سے کئی لونڈیاں آئی ہیں۔ مگر ارشاد ہوتا ہے مجھے پہلے عام مسلمانوں کی خبر لینی ہے۔ دیکھو یہ شان نبوت تھی کہ لخت جگر کے ہاتھ پر کام کرتے کرتے گھٹے پڑ گئے ہیں اور لونڈی کی اِستدعا پر ارشاد ہوتا ہے مجھے مسلمانوں کی خبر لینی ہے۔

پیغمبرِ اسلام کی زندگی۔ بحیثیت دوست کے۔

پیغمبرِ اسلام اپنے دوستوں کو نہایت عزیز رکھتے تھے اُن کو تحفے ارسال کرتے ان کی دعوت کرتے اُن کے تحفے اور بدلے قبول کرتے اُن کی دعوتوں میں جاتے اُن کی اولاد سے محبت کرتے ان سے خوش طبعی فرماتے۔ آپ کے دوست وہی اصحاب تھے جو اپنے بہترین اخلاق کے باعث مشہور تھے۔

پیغمبرِ اسلام کے اوقات روزمرہ۔

حضرت رسول کریم کی خانگی زندگی کی تشریح کے لئے آپ کے اوقات روزمرہ کی تفصیل بھی ضروری ہے۔
نماز فجر کے بعد آپ بیٹھ جاتے اور فیض روحانی کا چشمہ جاری ہو جاتا، تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے رہتے، آپ خود مودب ہو کر بیٹھتے، سب سے پہلے اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور اُن کے معروضات سنتے، اُن کی حاجت روائی فرماتے، جب آپ کچھ ارشاد فرماتے تو حاضرین پر عام طور سے

سناٹا چھا جاتا، جب کوئی شخص بولتا تو جب تک وہ خاموش نہ ہوجاتا دوسرا شخص بات نہ کرتا، آپ خود بھی کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے جو بات پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے، اگر کوئی شخص شکریہ ادا کرتا اور واقعی آپ نے کوئی کام کیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے. مجلس میں جس قسم کی گفتگو چھڑ جاتی آپ بھی اس میں شامل ہوجاتے، خوش طبعی میں بھی آپ شریک رہتے آپ کی ہنسی تبسم ہوتا تھا. قہقہہ مار کر نہیں ہنستے تھے، ایک شخص آتا ہے اس کو آنحضرت اور حاشیہ نشینوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ محمدؐ کون ہے جب لوگ آپ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ شخص کہتا ہے کہ اے ابن عبد المطلب میں تم سے سختی سے کلام کرونگا. خفا نہ ہونا، آپ بخوشی اس کو اجازت دیتے ہیں.

دن چڑھے آپ گھر میں تشریف لیجاتے، ور گھر کے کام دھندوں میں مشغول ہوتے، اپنے کپڑے دھوتے، اُن کو پیوند لگاتے جوتے کو گانٹھ لگاتے دودھ دوہتے، نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر قیام ہوتا اور جس کی باری ہوتی وہیں آپ ٹھہر جاتے. یہاں تمام ازواج مطہرات جمع ہوجاتیں نماز مغرب اور پھر نماز عشاء تک یہ صحبت رہتی، نماز عشاء کے بعد آپ آرام فرماتے۔

آپ کے نظام الاوقات کے متعلق حضرت امام حسین نے یوں تشریح فرمائی ہے آپ کے اوقات کے تین حصے تھے. ایک خدا کی عبادت کے لئے

دوسرا اُمور خانہ داری کے لئے اور تیسرے تین اُمور انتظامی طے پاتے ہیں۔
عورتوں کے معاملات عمداً زنانہ خانہ میں پیش ہوتے تھے۔ آپ سے عورتیں عموماً نہایت دلیری کے ساتھ بے حجابانہ مسائل دریافت کرتی تھیں، صحابہ کو اُن کی اس جرأت پر حیرت ہوتی تھی لیکن آپ کو کسی قسم کی ناگواری نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ ان کی خاطرداری اور حوصلہ افزائی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

حضرت رسول کریم صلعم کی عبادت شب نہایت طویل ہوتی تھی کبھی کبھی) تمام شب نماز میں مشغول ہوتے، اور عموماً ان نمازوں میں بڑی بڑی سورتیں تلاوت فرماتے تھے، اور رکوع و سجود میں بھی قیام زیادہ ہوتا تھا۔
حضرت بی بی عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میری آنکھ کھلی اور میں نے آپ کو بستر پر نہ پایا خیال کیا دوسری بی بی کے یہاں تشریف لے گئے ہیں مگر جب ہاتھ سے جستجو کی (کیونکہ چراغ نہیں ہوتا تھا) تو آپ کو سجدہ میں پایا، یہ معلوم کر کے مجھے بڑی ندامت ہوئی کہ رسول اللہ نماز میں ہیں اور میں کس خیال میں تھی۔

خاتمہ | حضرت رسول کریم صلعم اپنی تعلیم کا خود آپ کامل نمونہ تھے انسانوں کے مجمع میں جو فرماتے گھر کے اندر خلوت کدہ میں اسپر خود عمل کرتے، آپکی زندگی بہترین عمل کیلئے ایک عمدہ دستور العمل ہے، اور آپکی زندگی اخلاق حسنہ کی بہترین تعلیم ہے جیسا کہ خود خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

آج پھر وہی مبارک و مسعود مہینہ ہے جس میں حضرت رسالت مآب صلعم
جن کو خلاق ازل نے رحمتہ للعالمین کے معزز و مفخر لقب سے ممتاز اور آپ
کی اُمت کو خیر الامم کا برگزیدہ نام عطا فرمایا۔ عالم وجود میں جلوہ گر ہوئے تھے۔
آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کا وہ مصلح اعظم، ہادی اکبر، محبوب ربّ العالمین
نے اِس کارگاہ ہستی کو اپنے پُر نور ضیاء سے منور فرمایا تھا۔ اِس پُر اسرار تماشہ
گاہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کا وہ رہنما اور مبلغ جلوہ افروز ہوا تھا۔
جس کی شریعت مکمل ترین اور جس کا قانون فطرت اِنسانی کے عین موافق اور
مطابق ہے۔ جس کی تبلیغ نے جملہ مذاہب کو کفر و الحاد سے پاک کیا گمراہوں کو
صراط مستقیم دکھایا۔ قلب کے اندھوں کو بصیرت کی بینائی بخشی۔ اور جن کی مبارک
اور مقدس تعلیم نے دائمی لازوال ہدایت کا وہ چشمہ جاری کیا جس کے رو برو

پھر کسی نبی اور رہنما کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

آج خالق کون ومکان خداوند زمین وآسمان خلاق ارض وسما رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کو ہستی کا خلعت بخشا۔ اور خاتم النبوت والرسالت کا جلیل القدر منصب عطا فرمایا۔

آؤ اور دیکھو کہ رحمۃ للعالمین نے اپنی رحمت سے بنی نوع انسان کو کس طرح متمتع کیا۔ اور ہر فرد بشر کو کس طرح چشمۂ رحمت سے سیراب کرایا آؤ اور دیکھو کہ رحمۃ للعالمین نے کس طرح یہوسویت، عیسوئیت، زردشت، برہمنیت اور بدھ مت کو اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا۔

سب سے پہلے اوسی قوم کو دیکھو جو سب سے زیادہ جہالت کے تیرہ وتاریک بادل میں پنہاں تھی۔ سب سے زیادہ وحشت کے عالم میں گرفتار تھی۔ سب سے زیادہ بدویت کی معیبت میں مبتلا تھی۔ سب سے زیادہ قعر مذلت میں گری ہوئی تھی، سب سے زیادہ ضلالت وگمراہی کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور سب سے زیادہ ضلالت کے گھنگور گھٹا میں پوشیدہ تھی۔ عرب سے زیادہ کون نکبت وخلاکت میں مبتلا تھا؛ اس لئے سب سے پہلے عرب ہی کو لینا چاہیئے۔ اور دیکھیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کی رحمت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا

آپ نے دیکھا کہ عرب خدا سے بالکل بیگانہ۔ دین ابراہیم کو فراموش کئے تین سو ساٹھ بت کی پرستش میں مشغول ہیں۔ روحانی تاریکی اخلاقی تیرگی

اور تمدنی تاریکی میں اپنے آپ کو گم کئے ہوئے ہیں۔ اُن کا نہ کوئی دین و مذہب ہے۔ اور نہ کوئی شریعت و قانون۔ یہ آپ کے رحم و کرم ہی کا نتیجہ تھا کہ جاہل عرب اور عامی سے عامی بدوی مہذب اور شائستہ ہو کر غیر اللہ سے منہ موڑنے لگے۔ تمدن و تہذیب کے معدن، فلسفہ اور حکمت کے مخزن، علوم و فنون کے مرکز، یونان اور روما اور فارس کو فتح کر کے مشرق سے مغرب تک کوس اَنَا لَا غَیرِی کا ڈنکا بجاتے ہیں اُن کے علمی خزانوں کے مالک و مختار بن کر اس کو تباہ نہیں کر دیتے بلکہ اپنے ایجادات اور تحقیقات سے اس میں اضافہ کرتے ہیں۔

اگر وضاحت منظور ہو تو سنو آنحضرت صلعم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس امر کی منادی کرنے لگے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا ایک ذاتِ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اِس کلمۂ حق کا قریش نے کیا جواب دیا وہ آپ کی تصدیق کرنے اور دعوت کو قبول کرنے کے بجائے آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ امین کے بجائے ساحر کا خطاب دیا۔ اور ہر طرح سے آپ کی ایذا رسانی کے دَر پے ہو گئے۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے۔ نماز میں آپ کو تکلیف دیجاتی۔ عموماً آپ کے اصحابؓ اور خصوصاً مفلس مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے۔ اُن کے برہنہ جسم پر کوڑے مارے جاتے۔ دُھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیئے جاتے تھے۔ جب ظلم و ستم سے تنگ آ کر جور و مظالم سے عاجز ہو کر مکہ سے ہجرت کر جاتے ہیں تو بھی آرام نصیب نہیں ہوتا

جنگ پر آمادہ ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی تیاریوں سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ آپ کے اصحابؓ کو شہید کرتے۔ آپ کو زخمی کرتے ہیں۔ غرض کہ اکیس سال تک ظلم وستم ہوتا ہے۔ اِس کے بعد جب آنحضرت صلعم منصور ومظفر مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو رحمتہُ للعالمین کے سلوک کو دیکھو۔ آپؐ ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ مکہ فتح کرتے ہیں۔ مگر کس طرح؟ ایک متنفس بھی قتل نہیں ہوتا۔ ایک خطرۂ خون بھی نہیں بہتا۔ ایک بھی زخمی نہیں ہوتا۔ تمام قریش آپ کے سامنے ہیں آپؐ کو اختیار ہے جو چاہیں سلوک کریں جس قسم کی سزا تجویز کریں جاری ہو۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے آپ کو تکلیفیں دی تھیں۔ وہ بھی ہیں جنھوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید کیا تھا۔ اور وہ بھی ہیں جو آپؐ کے عزیز چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا اور اُن کی لاش کی بے حرمتی کی تھی۔ وہ بھی ہیں جنھوں نے آپ کی صاحبزادی کو اُونٹ سے گرا دیا تھا۔ اور جس کے صدمہ سے وہ ہلاک ہوگئی تھیں۔ آپؐ کے رحم وکرم کو دیکھو۔ اِرشاد ہوتا ہے "جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

بتاؤ کیا کوئی رحم دل سے رحم دل شخص بھی جو باوجود ہر طرح قادر ومقتدر ہونے کے ایسا رحیمانہ سلوک کرسکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ اور اس کے اصحابؓ ظلم وستم اُٹھا چکے ہوں۔ اور جور ومظالم برداشت کر چکے ہیں۔ دنیا کی تاریخ ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

قریش نے اِس امر کا معاہدہ کرلیا ہے کہ وہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے عزیز

واقارب سے کسی قسم کا معاشرتی معاملہ نہ کرینگے۔ بنو ہاشم کے ہاتھ کوئی شئی فروخت کی جائیگی اور نہ خرید کی جائیگی اُن سے شادی کرینگے اور نہ اُسمیں کوئی شریک رہیگا۔ تین سال تک بنی ہاشم نہایت مصیبت اور عسرت میں بسر کرتے ہیں۔ کوئی مایحتاج میسر آتی ہے اور نہ کوئی ہمدرد وہمدم نظر آتا ہے۔ اُس کے برخلاف رسُول کریم رحمتہُ للعالمین کے سلوک کو دیکھو کہ ثمامہ سردار نجد ایمان سے مشرف ہوتا ہے اور قریش کے رسد وغلّہ کا راستہ بند کر دیتا ہے اب مکہ میں کوئی جنس غلہ کی نہیں پہنچ سکتی۔ قریش سخت پریشان ہیں مصیبت اور قحط میں مبتلا ہیں۔ مخلصی کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ جب مجبور ہو جاتے ہیں تو پھر اسی کاشانۂ نبوت پر جبہ سائی کرتے رحم وکرم کے مستدعی ہوتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی دریائے رحمت جوش میں آتا ہے۔ ثمامہ کو حکم جاتا ہے کہ "غلہ بدستور جانے دو۔"

آپؐ کا رحم وکرم صرف قریش کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔ اہل طائف نے بھی ظلم وستم میں کمی نہیں کی تھی آپؐ کے پیر زخمی اور خون آلود کر دئے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ نے اُن کے لئے بددُعا نہیں فرمائی بلکہ فرمایا "خدایا اہل طائف کو ہدایت کر۔" اور جب جنگ حنین کے بعد طائف فتح ہوا اور اہل طائف اسیر ہوگئے تو آپؐ نے سب کو رہا فرما دیا۔

اُمم قدیمہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم اپنے پیغمبر کو تکلیف

دیتی ہے اور ظلم و ستم کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو پیغمبر کی بد دعا سے وہ قوم برباد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نوحؑ کی قوم طوفان سے تباہ کی گئی۔ صالحؑ کی قوم پتھر کی ہو گئی۔ فرعون اور اس کا لشکر موسیٰؑ کی بد دعا سے دریا میں غرق ہو گیا۔ مگر رحمۃ للعالمینؐ کے رحم و کرم کو دیکھو قریش کے ظلم و ستم کی انتہا نہیں ہوتی۔ جب اُن کے مظالم حد سے سوا ہو جاتے ہیں۔ اور وحی ہوتی ہے کہ اگر مرضیٔ مبارک ہو تو مکہ کے دونوں پہاڑ آپس میں ٹکرا دیئے جائیں تاکہ قریش پس کر ریزہ ریزہ ہو جائیں اور سرمہ بن جائیں۔ مگر ارشاد مصطفویؐ کو دیکھو اور رحم و کرم کو دیکھو۔ فرماتے ہیں "الٰہی میری قوم جانتی نہیں تو انہیں ہدایت کر"۔

جب ہم رحمۃ للعالمین کے عموم رحمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ وہ بحکم لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ آپؐ کی ذات اقدس میں رحم ودیعت فرمایا گیا تھا۔ جس وقت رسالتمآب صلعم راہ نمائی کے لئے شمع ہدایت لے کر تشریف لائے تو اہل کتاب کے دو بڑے فرقے ظاہر پرستی اور رہبانیت کے گرانبار زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ تاریخ اِس کی شاہد ہے کہ یہودی اور نصرانی کیسی تاریکی اور ضلالت و گمراہی میں مبتلا تھے۔ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اس عموم رحمت کو ثابت کرتا ہے جس کے ذریعہ رحمۃ للعالمین نے اِن دونوں اہل کتاب کو فائدہ پہنچایا۔

یہود کی جو تباہ حالت ازمنہ سابقہ میں تھی وہ تاریخ کے صفحات سے پوشیدہ نہیں اگر کوئی ذلیل قوم غلامی کی قعر ذلت میں گری ہوئی تھی ظلم وستم کے بوجھ اٹھاتی تھی تو وہ یہود تھے وہ کون سا ظلم وستم تھا وہ کون سے مظالم تھے جو اس قوم پر نہیں کئے جاتے تھے۔ یہود کی حالت اسلام کے ساتھ کیسی تھی وہ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً الذی اٰمنوا سے بخوبی واضح ہے۔ لیکن اگر ایسی قوم کو امن کی جگہ ملتی ہے اور مظالم سے مامون رہ سکتی ہے تو وہ مملکت اسلامی تھی۔ کیا یہ رحمۃٌ للعالمین کے عموم رحمت کی دلیل نہیں ہے کہ اپنے اشد دشمن کو مذہبی حریت اور تمدنی آزادی بخشی جاتی ہے۔ زمانہ سابق کے حالات کو چھوڑ دو آج کل کے آزادی کے زمانہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت میں باوجود ہم قوم ہونے کے صرف مذہبی تعصب سے جب ان کو ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو اُن کے لئے مسلمانوں ہی کے مجامع لبیک کہتے ہیں۔

نصرانی نفس پرستی کے لئے فرقہ بندیوں میں مبتلا تھے۔ مسیح کی تعلیم میں ہمدردی اور اخوت کا نمونہ مفقود تھا۔ رحمۃٌ للعالمین نے ان کو اقربھم مَّودۃ الذی اٰمنوا ارشاد فرما کر اس فیض رحمت سے قریب ہونے کا راستہ بتا دیا۔ رحمۃ للعالمین ہی نے یہ صدا بلند کی کہ مسیحؑ نے تثلیث کی تعلیم نہیں دی۔ یہ رحمۃ للعلمینؐ ہی کی عموم رحمت کا اثر تھا کہ لوتھر نے پراٹسٹنٹ فرقہ کی بنا ڈالی اور تثلیث کو بطور رمز قرار دیا۔ آج صدیوں کے بعد کونٹ ٹوٹسی کے پیرو علانیہ تثلیث کے منکر

اور توحید کے مقر ہیں تو اس کا باعث رحمتہ للعالمینؐ ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے اور یہ آپؐ ہی کے فیض وارشاد و ہدایت کا اثر ہے۔

اِن دونوں سامی مذاہب کے بعد آرین مذاہب کے پیروؤں پر رحمتہ للعالمین کی رحمت کو دیکھو۔ یہ آپؐ کی عموم رحمت ہی کا اثر تھا کہ پیروان زردشت نے رومیوں اور عبرانیوں سے زیادہ حلقہ بگوش رسالت ہوئے۔ اسماء الرجال کا سرسری مطالعہ بھی ثابت کرسکتا ہے کہ ناموران اسلام کا دو تہائی حصہ ایرانی النسل ہے۔ کیا یہ رحمتؐ عالم کے فیض رحمت کا اثر نہیں ہے؟

رحمتہُ للعالمینؐ کی رحمت ہی کا باعث ہے کہ ہندوستان میں آٹھ کروڑ مسلمان بستے ہیں ان میں ایک معتد بہ حصہ ان افراد کا ہے جس کو سرزمین ہند نے اسلام کے دامن عافیت میں پیش کیا۔ تاجر پیشہ داعیان اسلام فاتحین اِسلام محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری سے کئی صدیوں پہلے جو عظیم الشان تبلیغی نمایاں خدمات انجام دئے تھے وہ تاریخ کے صفحات سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مسٹر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ" اسلام کو سب سے زیادہ ترقی ایسے وقت ایسے مقام پر ہوئی کہ جہاں اِسلامی تلوار نہیں پہنچی تھی"۔

اِن حاشیہ بوسان اِسلام کے علاوہ رحمتہُ للعالمینؐ نے جو لازوال فیض پہنچایا وہ تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہندوؤں میں جو نئی مذہبی اسپرٹ پیدا ہوئی گرونانک، اور راجہ رام موہن رائے نے جس راستہ کی راہ نمائی کی وہ اسلام ہی کی

تعلیم کا باعث تھا۔ اور پھر ہندوستان پر جو تمدنی احسانات اسلام نے کئے ہیں وہ لاتعداد ہیں جن کو جسٹس رانا ڈے کی تحقیق نے بخوبی ثابت کر دیا ہے۔

چین میں کبھی اسلامی تلوار نہیں چلی۔ لیکن باینہمہ چین کی اسلامی آبادی اس اَمر کو بخوبی ظاہر کرتی ہے کہ بدھ مت کے پیرؤوں پر بھی رحمت عالم کی رحمت نے اپنا فیض ڈالا ہے۔

المختصر حضرت رسالتمابؐ صلعم نے دنیا کے ہر گوشہ میں ہر زمانہ میں اپنی ہدایت اور تعلیم سے جو فیض پہونچایا وہ عالمگیر ہے، اور آپ کی ذات مبارک رحمت للعالمین کے لقب کی سزاوار ہے۔
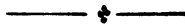
نتائج بعثت رسول عربی فداہ امی و ابی

تمہید | دنیا کی تاریخ میں بعثت نبی عربی حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہے اور اس کے نتائج بے حد اور بے پایاں ہیں اور یہ کہنا بالکل درست اور حقیقت حال ہے کہ بعثت نبی عرب صلعم نے بنی نوع انسان کو جو فوائد دنیا میں پہونچائے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب اور اصلاحی تحریک کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ نتائج بعثت کیا ہوئے ہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آج سے چودہ صدی پیشتر دنیا کی مذہبی اخلاقی تمدنی حالت کس پایہ پر تھی۔

عام تاریکی | جب ہم آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل کی دنیا کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو اس سرے سے اس سرے تک مذہبی تاریکی۔ اخلاقی تاریکی۔ تمدنی تاریکی ہر جگہ محیط پائی جاتی ہے۔ اور ہر ایک ملک و قوم خواہ وہ مشرق سے

متعلق ہو یا مغرب سے وابستہ ایسی حالت میں دکھلائی دیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے لئے باعث عار و ننگ ہے۔

دُنیا کی قدیم بت پرست مگر متمدن حکومتیں فنا ہو چکی تھیں۔ یہودیت کی حکومت چھن چکی تھی اور یہودی ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کے مصداق بن چکے تھے اُن میں خدا پرستی کے بجائے تعصب کا دور دورہ تھا۔

مذہب زردشتی اور ایران کی سرزمین عیش و نشاط اور کسریٰ کی خونریز حکومت جابرہ و قاہرہ کے آماجگاہ تھے۔

تمدن روما و یونان کے دفتر الٹ چکے تھے اُن کی بجائے کلیسائے یونان و روما تثلیث پرستی کی ترویج اور انسانیت کو الوہیت کا رتبہ دینے میں مصروف تھے۔ ہندوستان میں علوم و فنون سکون کی حالت میں تھے اور یہاں انسانی خیالات کی نہ کہ الہامی مذہب کی حکومت تھی۔

اس کے علاوہ باقی ممالک عالم مثل عرب افریقہ بدویت اور وحشیت کی زندگی میں مصروف تھے۔ جتنے مذہب نظر آتے تھے خواہ وہ الہامی مذاہب ہوں یا انسانی اِن سب میں حقیقی توحید اور عبودیت کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ خدائے تعالیٰ کی بجائے انسانوں کی اور خیالی تصورات کی عبادت ہوتی تھی اور مقتدایان مذہب کے اختیارات اُس حد سے متجاوز ہو چکے تھے جو مذہب کی قرار دلوا چکے یا تو حد سے بڑھکر آزادی نظر آتی تھی۔ یا رہبانیت صورت پذیر تھی۔ متلاشی حق

کے لئے مذہب سرچشمۂ روحانیت و ہدایت نہ رہا تھا۔ اور معتقدیان مذہب پردۂ تقدس میں جامہ تزویر و تعیش کو چھپائے ہوئے تھے اخلاقی اعتبار سے حالت اُس سے بدتر تھی۔ عورت ایک جائداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اُس کا کوئی حق نہ تھا کمزور انسانوں کی غلامی زبردست اشخاص کا لازمی حق تھا۔ فتنہ فساد لوٹ مار لڑائی جھگڑے ہر طرف محیط تھے۔ شراب۔ قمار۔ کوئی عیب نہ تھے

تمدنی اعتبار سے حالت پست تھی۔ علم و فن کی طرف بھی توجہ کم تھی۔ یونان کے کتب خانہ ہائے علوم و فنون تلف ہو چکے تھے اور کچھ باقی رہے تھے وہ بند پڑے ہوئے تھے۔ عام طور پر ایک عظیم الشان ہادی و رہنما کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو تمام دنیا میں امن و امان کی برکتیں اور خدا پرستی اور عبودیت کی متمدن زندگی کے بہترین اصول قائم کرے اور خود اس کا مکمل نمونہ ہو۔

یہ تفصیل کہ دنیا کی تاریک حالت اب سے چودہ صدی قبل کیسی تھی۔ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس کا اظہار زمانہ حال کے مشہور مادہ پرست مولفوں نے بھی کیا ہے۔

اِس تاریکی کو نور سے بدلنے والے نبیؐ عربی حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جس جزیرہ نما میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے وہی مقام وحشیت اور بدویت کی حالت میں تھا اور اس امر کا مطلق خیال تک نہیں ہو سکتا تھا کہ اس خس و خاشاک میں ایک چمکدار الماس اپنی آب و

تاب سے تمام عالم کو منور کرسکتا ہے۔ عرب نے ہی سب سے زیادہ فیض نبوت سے استفادہ کیا اس لحاظ سے عرب کی عام حالت کا اظہار ضروری ہے۔

عرب کی جہالت۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے اسوقت عرب تمام دنیا سے علیحدہ جزیرہ نما تھا جس کے باشندوں پر نہ تمدن نے سایہ ڈالا تھا نہ ترقی نے قدم جمایا تھا۔ اور متمدن دنیا کے علوم و فنون کی کسی کو خبر بھی نہ تھی اور خواندہ اشخاص ہر قبیلے میں انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے۔

عرب توحید سے نابلد تھے۔ کہیں آگ اور ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی اور کہیں تثلیث کی عظمت ہوتی تھی۔ بت پرستی عام تھی ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک بت تھا اور خانۂ کعبہ جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالص توحید کے اصول پر قائم کی تھی بہت بڑا بت خانہ تھا۔ جہاں (۳۶۰) بت تھے۔

عربوں کا چال چلن وحشیانہ تھا۔ قتل و غارتگری معمولی بات تھی۔ اشہر الحرام کے ۴ ماہ کے سوا باقی سال بھر ہر جگہ فتنہ و فساد و جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا تھا۔ اور یہ سب کسی اہم اور ناگزیر اسباب کی بناء پر نہیں بلکہ ادنیٰ سی باتوں اور معمولی نزاعوں پر سالہا سال بلکہ وراثتاً کئی کئی نسلوں تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور تمام قبائل اس میں شریک ہوجاتے تھے ہزارہا بیگناہ قتل ہوجاتے۔ ان لڑائیوں کی تفصیل طویل صفحات کی متقاضی ہے۔

باہمی جنگ و جدل کے علاوہ نہایت وحشیانہ رسوم عرب میں مروج تھے۔

منجملہ ان کے دختر کشی کا رواج عام طور پر تھا۔ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینا فخر و امتیاز کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ عربوں میں ضرب المثل تھی کہ بہترین داماد قبر ہے۔ اور باپ ہی اپنی دختر کو اپنے ہاتھ سے دفن کر دیتا تھا اس کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک شیخ قبیلہ کی بیوی نے اپنی لڑکی کو پیدا ہوتے ہی دفن کرنے نہیں دیا اور جب وہ کسی قدر بڑی ہوئی تو باپ کو اطلاع دی۔ بے رحم باپ نے لڑکی کو زندہ درگور کرنے کے لئے قبر کھودی لڑکی اپنے انجام سے بے خبر تھی اور فرط محبت سے باپ کی داڑھی سے مٹی صاف کرتی تھی۔ جب گڑھا کھد گیا تو لڑکی کو ڈھکیل کر مٹی ڈالنے لگا لڑکی نے آہ وزاری کی مگر افسوس اُس کو رحم نہ آیا۔ اسلام کی آواز سنکر یہ شخص حلقہ بگوش رسالت ہو گیا اور جب آئیہ واذا الموٴدیت سئلت نازل ہوئی تو بے اختیار اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ شراب خواری۔ زنا رکاری قمار بازی کا بازار گرم تھا۔ توہمات وحشیانہ رسوم جاہلانہ ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔

اخلاق کی حالت یہ تھی کہ باپ کی بیویوں پر تصرفات جائز سمجھے جاتے تھے۔ اپنا تفاخر اور دوسروں کی ہجو میں کوئی تامل نہ تھا غرض ایسی حالت تھی کہ اس سرے سے اُس سرے تک جہالت بت پرستی بد اخلاقی نظر آتی تھی۔ اور ایک عظیم الشان رہنمائے خلق کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

———— • ————

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت | بڑھا جانب بو قبیس ابرِ رحمت
ادا خاک بطحٰی نے کی وہ ودیعت | چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت | کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت | کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا | مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا | وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگذر کرنے والا | بد اندیش کے دل میں گھر کرنیوالا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا | قبائل کو شیر و شکر کرنیوالا

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا | کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اِک آن میں اُسکی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

اِس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت رسالت مآب علیہ السلام کی سوانح زندگی درج کی جائے صرف نتائج بعثت کو مختصر طور سے ظاہر کرنا مدنظر ہے اور اس لئے یہ بتایا جاتا ہے کہ تعلیم و ہدایت نبوت کا لب لباب کیا تھا مولانا حالی نے اِس کا خلاصہ اِس طرح لکھا ہے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لَو اپنی اُس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم اُسی کی صدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

اور اس تبلیغ کو بت پرست عربوں نے کس نظر سے دیکھا اور کیوں وہ حلقۂ اِسلام میں آئے اس کو نہایت بلیغ الفاظ میں ایک صحابی ؓ نے شاہ

حبش کے سامنے اُس وقت ظاہر کیا ہے جبکہ اسلام ابھی گنتی کے چند ہی گھرانوں میں محدود تھا اور مسلمانوں پر اُن کے وطن میں امن وعافیت کا دروازہ نہایت تنگ تھا۔ دربار نجاشی میں چند مسلمانوں نے پناہ لی تھی اور کافروں نے وہاں بھی اُن کا پیچھا کیا اور دربار نجاشی میں معروضہ کیا کہ یہ پناہ گزیں اُن کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اِس معروضہ کی بنا پر یہ پناہ گزیں دربار میں طلب ہوئے۔ اور اُن سے حقیقت حال دریافت کی گئی اُسوقت ایک صحابی نے الفاظ ذیل میں حقیقت تبلیغ ظاہر کی۔

" اے بادشاہ ہم جہالت کے اندھیرے میں کھوئے تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے خبیث خواہشوں میں مبتلا تھے۔ زبردستی کے سوا دوسرا کوئی قانون نہیں جانتے تھے خدا نے ہماری ہی قوم میں ایک شخص کو پیدا کیا جو عالی نسب ہے جو اپنی نیکیوں کیوجہ ہم میں ذت عزت ہوگیا ہے وہ خدا کا رسول ہے۔ اُس نے ہم کو کہا کہ اقرار توحید کرو۔ صرف اللہ کی بندگی کرو۔ آبائی توہمات کو چھوڑ دو لکڑی اور پتھر کی پرستش اور تعظیم سے نفرت کرو۔ برائی سے بھاگو۔ بات کے سچے وعدے کے پکے رہو۔ ماں باپ سے محبت رکھو۔ ہمسایہ پر مہربانی کرو۔ عورتوں کو بے عزت نکرو۔ یتیموں کو نہ لوٹو۔ نماز پڑھو۔ زکواۃ دو۔ صدقہ دو۔ ہم اُن کی رسالت پر ایمان لائے اور اُس کے احکام کو تسلیم کیا جو وہ خدا کے پاس سے لایا ہے۔ لیکن ہمارے ملک والے ہماری مخالفت پر اُٹھ کھڑے

ہوئے ہم پر ظلم کرنے لگے کہ اسلام چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ اپنے ملک میں امن نہ پاکر ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی ہے اور آپ کے انصاف کے بھروسہ پر ہم کو اُمید ہے کہ آپ ہمیں دشمنوں کے حوالے نہ کرینگے۔"

نجاشی نے اس کو سنکر کفار قریش کی درخواست نامنظور کر دی۔

دنیا میں ہزاروں پیغمبر، لاکھوں مصلح بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے آئے ہیں لیکن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو ہدایتیں اپنے صحابہ کو کیں اور اُن کا جو اثر ہوا اُس کی عظمت الفاظ میں ظاہر نہیں کیجا سکتی حقیقت میں وہ اعجاز تھا۔

سب اسلام کے حکم بردار بندے　　سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے　　یتیموں کے رنڈوں کے غمخوار بندے

رہے فکر باطل سے بیزار سارے
نشہ میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے　　کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے　　خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت　　نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت

امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت　　فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے ایک باغ ایسا

نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے اُمت کے ایسے نگہبان　　ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپان

سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکسان　　نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایان

کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی

زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی　　فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُنکی

بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی　　شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُنکی

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ

جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت　　سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت

بچی اور تلی دشمنی اور محبت　　نہ بیوجہ الفت نہ بیوجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی

رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تبلیغ یا دوسرے الفاظ میں قوانین اسلام، ایک ایسا مجموعہ الہام ربانی ہے جس کا اتباع کرنے سے

انسان کی روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ترقی کی نشو نما بہترین ذرائع سے کیجا سکتی ہے وہ ایسا مجموعہ احکام ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے اور جو انسان کے لئے ہر زمانہ ہر ملک ہر قوم میں بآسانی قابل اتباع و لائق عمل ہے۔ اور اس کی بدولت انسان افراط و تفریط کے مدارج میں پھنسکر نقصان نہیں اُٹھا سکتا۔

توحید کی اشاعت روحانی ترقی۔ اسلام کا سب سے پہلا کام خالص توحید کی اشاعت تھی دنیا کے کسی مذہب اور کسی فلسفہ میں اسلام سے بڑھکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید، تقدس، عظمت، جلال، رحمت، کرم، ثواب، جزا، علم، ارادہ، کے عقیدہ کو بہترین طریقہ سے بتایا نہیں گیا۔

اسلام نے جو عبادت مسلمانوں پر لازم اور فرض قرار دی اُس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اُصول فطرت انسانی سے باہر ہو۔ شہادت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج۔ سب میں محبت اتفاق، بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح مربوط ہے۔ عبادات اسلام میں نہ اسقدر تشدد ہے کہ وہ تمدنی ترقی کے مزاحم ہو جائے اور جن کو انسانی جماعت عام طور پر قبول کرنے سے ابا اور انکار کرے نہ اسقدر آزادی اور کمی ہے کہ عبادت نفس پرستی اور ڈھکوسلہ رہ جائے اسلام کے عبادات کی بنیاد اسپر ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سے اور سارے اعمال سے مستغنی ہے۔ ہم جس قدر نیک کام کرتے ہیں اس میں ہماری ہی منفعت ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا۔

عبادت زندگی کے اُصول فطرت پر منطبق اور انسانی طبیعت کے موافق ہونی چاہیئے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا جسمانی عبادت نفس و قلب انسانی کے تطہیر و تزکیہ کے لئے ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔

آج تہذیب و تمدن کی روشنی میں امریکہ و یورپ کے فلسفی عبودیت سے بد اعتقاد ہو کر جس خیالی مذہب کی بنیاد و جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا پتہ و نشان بہتر سے بہتر صورت میں اسلام میں مل سکتا ہے۔ اسلام نے غیر اللہ کی پرستش اور تعظیم کو نہایت شد و مد سے منع کیا اسلامی توحید کی بنیاد ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام جزیرہ نمائے عرب سے بت پرستی بیخ و بنیاد سے اکھڑ گئی۔ مجوسیت تقریباً نابود ہو گئی۔ مسیحیت کو قدیم مسخ شدہ شکل کے بجائے جو کلیسائے روم و یونان و دیگر طبقات عیسوئیت میں سمجھی جاتی تھی۔ اصلاحی صورت میں قائم کرنا پڑا بدھ و برہمنی مذاہب کے پیرؤوں پر بھی اثر پڑا۔ اور دنیا میں کروڑوں اِنسان ہر زمانہ میں صرف خدائے واحد کی پرستش کرنے اور غیر اللہ سے منہ موڑنے لگے۔

اسلام نے دنیا کے تمام مذاہب کو جو توحید سے ہٹ گئے تھے جس طرح شکست دی اور دیتا رہا وہ تاریخ عالم کا ایک بدیہی اور حقیقی واقعہ ہے۔ اسلام دنیا کے ہر ایک براعظم اور ہر ایک قوم میں پھیلا ہے۔ اسلام نے تثلیث اور رہبانیت کو فاش شکست دی ہے۔ اِسلام انسان کے قلب کو تسلی اور روح کو نجات دلانیوالا ہے۔ مسلمان کا مذہب ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے مسلمان

کا ہر ایک عمل صالح خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی عبادت ہے۔

اسلام بڑے سے بڑے عالم اور فلسفی اور جاہل سے جاہل عامی کے لئے یکساں قابل عمل اور باعث تسلی ہے۔ اسلام منع نہیں کرتا ہے کہ مذہب میں موشگافی اور نکتہ رسی نہ کیجائے۔ اور عقل کی کسوٹی سے اُس کو جانچا نہ جائے۔ اور ساتھ ہی وہ اجازت دیتا ہے کہ چند خاص اُصول کے اِعتقاد اور چند خاص اعمال کی پابندی تک اکتفا کیجائے۔ اِسلام موعظہ حسنہ سے دروازہ روحانیت کھولتا ہے۔ اِسلام اکراہ اور جبر کو جائز نہیں رکھتا۔ اسلام کو ماننے والی قومیں بہ تقاضائے فطرت الٰہی اِسلام کے خلاف راستہ پر چلنے سے فنا ہو جاتی ہیں لیکن اسلام تباہ نہیں ہوتا اور اسلامیوں کے فاتح خود اسلامی بن جاتے ہیں اور یہ سب حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اولین نتیجہ ہے۔

اخلاقی ترقی۔ بعثت یا اسلام کا دوسرا مقصد تبلیغ، اخلاقی پاکیزگی کو ترقی دینا اور رزائل اور بداخلاقی کو مٹانا ہے۔ اور اِس میں بھی اسلام نے اعتدال کامل ملحوظ رکھا ہے بعثت کا اثر جو اخلاق اِنسانی پر ہوا ہے وہ دو حیثیتوں سے ظاہر کیا جا سکتا ہے ایک عام اثر جو اسلامی دنیا میں اخلاق پر ہوا۔ دوسرے وہ اخلاقی نمونے جو صحابۂ کرام یا مسلمانوں نے قائم کئے ہیں۔

اِسلام نے اخلاقی زندگی کا جو معیار قائم کیا ہے وہ معیار آج بیسویں صدی کے سوشیالسٹوں کے معیار سے بہتر اور انسانی سوسائٹی کے فرق

مراتب کے لحاظ سے موزوں تر ہے اسلام نے تمام انسانون کے لئے مساوات اور مسلمانوں کے باہمی مواخات کا شد و مد سے اعلان کیا ہے۔ اور صرف تقویٰ کو درجۂ فضیلت قرار دیا ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ وَجَعَلْنَاکُمْ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ نسب اور بزرگی کے امتیاز کو مٹا دیا ہے۔ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْ اَخَوَیْکُمْ۔ اسلام نے یہ قرار دیا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ مسلمانوں نے اِس مواسات اور مواخات کے اصول پر عمل کیا۔ اور اُن کی بدولت تمام جزیرہ نمائے عرب میں مساوات اور مواخات کا دور دورہ ہوگیا قبائل کی مفاخرت رفع ہوگئی ہے خلیفہ اسلام اور ایک ادنیٰ ترین رعیت میں کوئی نقاب یا حجاب حائل نہ تھا مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور دنیا کے ہر ایک براعظم میں مسلمانوں کا بھائی چارہ قایم ہے۔ اسلام نے شراب خواری قمار بازی زناکاری کو قطعاً روک دیا اور جزیرہ نمائے عرب میں بعثت کے تھوڑے ہی دنوں بعد یہ تمام رذائل اخلاق اِنسانی بالکل نیست و نابود ہوگئے۔ اور جب تک احکام و حدود شریعت پر عمل رہا یہ برائیاں نہایت شاذ حالت میں مسلمانوں میں کبھی کبھی پائی جاتی تھیں۔

اِسلام نے عورتوں کی حالت بہتر بنائی۔ اور اُن کو ایسے حقوق دئے کہ جو آج بھی مہذب سے مہذب قوم میں نہیں ہیں۔ اُن کی وراثت لازمی قرار دی

اُن کو اپنے ذاتی جائداد کا مالک وقابض ومتصرف قرار دیا۔ اِسلام نے تعدادِ ازدواج کو اِعتدال سے محدود کیا جو مرد کی فطرت اور سرشت کے اِعتبار سے مناسب ہے۔ طلاق کی مناسب اجازت صحیح معیار کے اندر دی۔

غلامی کو عملاً نہایت محدود اور غلاموں کے لئے برکت اور امن کا باعث بنا دیا دختر کشی بند ہوگئی۔

ہمدردی تواضع سادگی راست بازی کی عام طور سے تعلیم دی رحم پر زور دیا خیرات وصدقات کو مستحقوں کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایفاء وعدہ یتیموں کی حفاظت سائلوں کے ساتھ نرمی وسلوک معاہدہ کی پابندی۔ طہارت پاکیزگی صفائی عزیزوں دوستوں ہم مذہبوں بلکہ تمام دنیا سے محبت بزرگوں کے ساتھ ادب۔ چھوٹوں پر شفقت کمزوروں کے ساتھ انصاف۔ رشوت سود دغابازی چوری لوٹ مار سے اِمتناع فصل خصومات میں عدل اور بے طرفداری یہ اسلام کے ایسے احکام ہیں جو اُصول موضوعہ اور علوم متعارفہ کی طرح ہر ایک پر لازم ہیں اور جس پر مسلمانوں کا عمل تھا۔

گو اب مسلمانوں کے اخلاق بگڑے ہوگئے ہیں لیکن جب مسلمان عروج پر تھے تو مسلمان کو غیر قوموں میں بھی اخلاقی برتری وامتیاز حاصل تھا۔ اور مسلمان کا نام گویا پاکیزہ اخلاق کا مترادف تھا۔ اور اسلامی اخلاق ہی تھے جنکی بدولت اسلام ایک ہی صدی میں دنیا کا عالمگیر اور فاتح مذہب بن گیا۔ اسلام کے تمام اخلاقی

احکام اعتدال کا بہترین نمونہ ہیں۔

بعثت کے اخلاقی نتائج پر دوسری حیثیت یعنی صحابہ کرام کے یا مسلمانوں کے اخلاقی نمونے۔ اس کے لئے اِس مضمون کے صفحے بالکل ناکافی ہیں۔ حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ باوجود خلافت کے دس دس پیوند قمیص میں لگے ہیں۔ کندھے پر مشک رکھکر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتے۔ فرش خاک پر سو رہتے، بازاروں میں پڑے پھرتے۔ جہاں جاتے تنہا چلے جاتے۔ صحابہ کرام مجسم اخلاق تھے۔ اِن کے خلوص انقطاع الی اللہ اجتناب لذات دینوی، حفظ لسان، حق پرستی اور ساتھ ہی اہل وعیال کے ساتھ تعلق دینوی کاروبار کو باقی رکھنا ایسے اوصاف تھے جو خود بخود ہزاروں لوگوں کے دلوں میں اثر کرتے جاتے تھے اور ہر شخص جو اُن کو دیکھتا آپ ہی آپ حلقہ بگوش اسلام ہوجاتا اور اُن کے قالب میں ڈھل جاتا تھا چنانچہ احنف جو مشہور شخص ہیں اپنے گھر جاتے تھے اثنار راہ میں ایک شخص بیوجہ گالیاں دینے لگا جب مکان کے قریب پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور اُس سے کہا کہ اگر اور کچھ کہنا باقی ہے تو کہہ لے مجھے اِس بات سے خوف ہے کہ مبادا قبیلہ کے لوگ سُن کر تجھسے اِنتقام لینے کے درپے ہوجائیں۔

محمد بن المنکور ایک نیک تاجر تھے ایک دفعہ اُن کی غیبت میں کسی خادم نے ایک کپڑا جس کی قیمت پانچ دینار تھی ایک اعرابی کے ہاتھ دس دینار کو فروخت کردیا جب شیخ کو معلوم ہوا تو تمام دن اس اعرابی کی تلاش کرتے رہے

جب اُس سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے وہ کپڑا جو تونے لیا ہے پانچ دینار کا ہے اب یا تو پانچ دینار واپس لے یا اُس سے عمدہ کپڑے لے اگرچہ اعرابی نے بیان کیا کہ میں نے یہ کپڑا اپنی رضامندی سے لیا ہے لیکن آپ نے نہ مانا اور پانچ دینار واپس کر ڈالے۔ حضرات یہ تھے مسلمانوں کے اخلاق اور یہ تھی اُن کی راست بازی۔

تمدنی ترقی۔ | بعثت کے نتائج میں تیسری چیز تمدنی ترقی تھی اور اس میدان میں بھی عربوں اور اُن کے بعد دوسرے مسلمان اقوام نے جو اوج وعروج حاصل کیا ہے اُس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ عربوں کی وحشیانہ اور بدویانہ زندگی کے متعلق تاجدار ایران کے خیالات کو فردوسی نے بالفاظ ذیل بیان کیا ہے۔

زشیر و شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسید است کار

کہ تخت کیاں را کنند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

لیکن اُن ہی وحشی عربوں نے فیض نبوت سے سیراب ہو کر صرف بیس سال کے عرصہ میں شہنشاہت کسریٰ کو پارہ پارہ اور شہنشاہت روما کے تمام شرقی حصہ کو فتح کر لیا اور سو برس بعد ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرمان فرما ہو گئے جو روتہ الکبریٰ کے منتہائے عروج کے زمانہ سے بھی زیادہ وسیع اور زیادہ زبردست اور زیادہ متمدن تھی۔

ڈریپر لکھتا ہے " دنیا کی سب سے طاقتور مذہبی سلطنت دفعتاً پردہ

عدم سے نکلکر منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوئی اِس سلطنت کا ایک سرا بحر اقیانوس پر تھا تو دوسرا سرا دیوارِ چین پر ایک حد بحیرہ خزر کے کنارہ سے ملتی تھی تو دوسری حد بحر ہند کے ساحل سے۔ اس پر بھی ایک لحاظ سے یہ سلطنت اپنے منتہائے عروج پر نہ پہنچی تھی اِس لئے کہ ایک دن وہ آنیوالا تھا جب وہ قیاصرہ کے جانشینوں کو اُن کے دار الحکومت سے نکالکر اور جزیرہ نمائے یونان پر اپنا پھریرا اڑاکر ایک طرف تو یورپ کے بیچوں بیچ عیسائیت پر حملہ کرنیوالی تھی اور دوسری طرف افریقہ کے آتش خیز صحراؤں اور وبا انگیز جنگلوں میں اپنے موحدانہ عقائد کی تلقین کرتے ہوئے ساحل بحر روم سے خط استوا کے پرے تک نقارۂ اَنَا وَلَا غَیرِیْ بجانیوالی تھی"۔

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحیٰ کے آئی پڑی چار سو اک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اسکی پہنچی جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

مسلمانوں کے فتوحات اور کشور کشائی میں جو مزاحمت خلافت راشدہ کے آخری اور بنی اُمیہ کے ابتدائی اور آخری دور میں ہوگئی تھی وہ نہ ہوتی تو یقیناً تمام دنیا اِسلامی مملکت ہوجاتی۔ لیکن یہ قادر مطلق جل شانہٗ کی مشیت ہے کہ دنیا کی تاریخ جو ازل میں لکھی گئی تھی وہ پوری ہو۔

تمدن کے لوازم میں پہلی چیز یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق اور اغراض کی حفاظت کا پورا اختیار اور موقع اور رعایا کو حکومت میں پورا دخل رہے۔

خلافت راشدہ دنیا کی تمام جمہوری حکومتوں میں اپنی آپ مثال اور اپنی آپ نمونہ تھی اسلامی حکومت اور اسلامی تمدن نے ہمیشہ عدل و انصاف پر خاص توجہ رکھی زمانہ جنگ میں اور اس کے بعد مفتوحہ اقوام کے ساتھ سلوک اُن کی آزادی کے متعلق قوانین اسلام آجکل کے انٹرنیشنل ضوابط سے زیادہ وسیع پیمانۂ رواداری و رعایت و رحم پر مبنی ہیں۔ تمدن کے لوازم میں دوسری چیز علوم و فنون ہیں۔ مسلمانوں کا تمدن جب شروع ہوا تھا تو تمام دنیا میں علوم و فنون ساکن حالت میں تھے۔ یونان اور روما میں علم و فن کے ذخیرہ کو تلف یا مقفل کر دیا گیا تھا۔ ایران میں شوق علم تعیش کا مطیع ہوگیا تھا۔ ہندوستان کے علوم و فنون محدود حلقہ میں تھے۔ مسلمانوں کے شوق نے کسی علم کو نہیں چھوڑا۔ ادب۔ تاریخ۔ فلسفہ منطق۔ طبعیات۔ کیمیا۔ ریاضی۔ طب۔ ہئیت۔ غرض علم کی کوئی شاخ ایسی نہیں جو مسلمانوں کی توجہ سے بچ رہی ہو۔ اور جس میں اُنھوں نے ترقی نہ کی ہو مسلمانوں کے علوم و فنون ایک ہزار سال تک دنیا علم کا سرچشمہ رہے ہیں اور یورپ نے صدیوں تک علوم اسلامیہ کی خوشہ چینی کے بعد ان کے ہی علوم و فنون پر اپنے علمی دفتر اور تمدن کی بنیاد قائم کی ہے۔ مسلمانوں کی علمی ترقی کے متعلق ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر لکھتا ہے۔ ”غرض دنیائے اسلام میں علوم و فنون کی روشنی

چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ منگولیا۔ تاتار۔ ایران۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ مراکش۔ فیض اور اندلس میں کثرت سے مدرسے اور درسگاہیں موجود تھے دولت روما کا رقبہ باآں ہمہ عظمت وجبروت اتنا نہ تھا جتنا اس عربی سلطنت کا۔ اس عظیم الشان سلطنت کے ایک کنارہ پر تو سمرقند کا مشہور مدرسہ اور رصدگاہ تھی اور دوسرے کنارہ پر اندلس کے شہرۂ آفاق مینار ہائے ترصد آسمان سے ہم کلام تھے"۔ مسلمانوں کی اس سرپرستی علوم وفنون کا ذکر کرتے ہوئے گبن لکھتا ہے "صوبوں کے خود مختار امیر بھی علم وہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے اور ان کی رقیبانہ مسابقت نے مذاق علمی کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لیکر سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لیکر فیض اور قرطبہ تک پھیلا دیا۔ ایک سلطان کے وزیر نے ایک دفعہ ایک لاکھ اشرفیاں اس غرض سے وقف کردیں کہ اس سرمایہ سے بغداد میں ایک کالج قائم کیا جائے اور اس کالج کے مصارف کے لئے پندرہ ہزار دینار سالانہ کا دوامی عطیہ مقرر کردیا۔ تعلیم کے فیضان سے عوام و خواص کو یکساں بہرہ اندوز ہونیکا موقع دیا جاتا تھا وزیر کا بیٹا اور ایک ادنیٰ درجہ کے موچی کا بیٹا پہلو بہ پہلو بیٹھکر استاد سے سبق لیتے تھے۔ طالبعلموں کی تعداد ایک ایک دارالعلوم میں چھ چھ ہزار تک پہنچی تھی جن کی جماعتوں کو باوقات مختلف تعلیم دیجاتی تھی نادار طلبہ کے لئے معقول وظائف مقرر تھے اور اساتذہ کو بیش قرار تنخواہیں ملتی تھیں ہر شہر میں عربی زبان کی نادر تصنیفات کی نقل

جمع کرنے کے لئے طالبان علم کا شوق اور اہل دول کا مفود ہر وقت سرگرمی سے مصروف تھا۔ ان مدارس اور مکاتب کی نگرانی فراخ حوصلگی کے اقتضا سے بعض دفعہ نسطوریوں اور بعض دفعہ یہودیوں کے سپرد کیجاتی تھی۔ کسی شخص کو کسی خدمت جلیلہ پر سرفراز کرتے وقت حکومت کو یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ یا اس کے مذہبی عقائد کیا ہیں۔ بلکہ محض اُس کی علمی قابلیت کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ خَیرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ کے اُصول کو پیش نظر رکھ کر خلیفہ اعظم المامون نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اہل علم و فضل خدا کے برگزیدہ اور بہترین بندے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اپنے قوائے عقلی و ادراکی کی ترقی کے لئے وقف کر دی ہے۔ وہ اپنے ابنائے جنس کو حکمت و دانش کے نکتے سکھاتے ہیں اس لئے وہ نظام دنیا کے شیرازہ بند اور محفل کون و فساد کی شمع ہیں۔ اگر اُن کی ہدایت چراغ راہ نہ ہو تو اہل دنیا پر اُسی جہالت اور وحشیانہ پن کی ظلمت پھر چھا جائے جو پہلے چھائی ہوئی تھی۔ مدرسۂ طبیہ قاہرہ کے طرز عمل کی تقلید نے دوسرے طبی مدارس میں بھی یہ قاعدہ جاری کرا دیا کہ زمانہ تعلیم کے اختتام پر طلبہ کا نہایت سختی کے ساتھ امتحان لیا جائے اور کامیاب ہونے پر اُنہیں مطب کرنے کی سند دیجائے۔ یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلرنو میں قائم کیا اور پہلی رصدگاہ جو یورپ کو نصیب ہوئی وہ بھی جو اموی خلفاء کی سرپرستی میں بمقام اشبیلیہ (اسپین) قائم ہوئی۔ اگر ہم اس مہتم بالشان علمی

تحریک کی جزئیات سے بحث کریں تو یہ مضمون ناکافی ہے۔ لہذا ہم صرف اِسی اجمال پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے قدیم علوم وفنون میں بہت کچھ اضافے کئے اور نئے نئے علوم ایجاد کئے۔ مدارس کی طرح اُن کے کتب خانے بھی بہت تھے۔ صرف اُندلس میں (۷۰) عام کتب خانے تھے۔ الحاکم ثانی شاہ قرطبہ کے ایک کتب خانہ میں چھ لاکھ جلدیں تھیں۔ اِس کے چار سو سال بعد شاہ فرانس چارلس عاقل نے کتب خانہ کی بنیاد ڈالی تو وہ نوسو جلد سے جمع نہ کر سکا۔ علوم وفنون کے بعد تمدن کی دوسری شاخیں تجارت تعمیرات صنعت وحرفت جہاز رانی ہیں اِن سب میں مسلمان کسی سے کم نہ رہے اور ان سب کی تفصیل اِس مختصر مضمون میں نہیں سما سکتی۔ بر ینہمہ کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تجارتی کوشش اُن کے علوم وفنون وحرفت کی کوششوں سے کچھ کم نہ تھی اس زمانہ میں جبکہ یورپ کو مشرق کے دور دور حصوں کی خبر تک نہ تھی جبکہ افریقہ کے چند سواحل کے سوا کچھ معلوم نہ تھا۔ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات ہندوستان[۱] چین اور وسط افریقہ اور یورپ کے غیر مشہور ممالک روس، سویڈن اور ڈنمارک کے ساتھ موجود تھے۔ مسلمان سیاح بھی مشرق سے مغرب تک سفر کیا کرتے تھے۔ ابن بطوطہ اور محمد ابن جبیر کے نام تاریخ کے ورق پر روشن نظر آتے ہیں جنہوں نے تقریباً تمام دنیا کی

---

[۱] ہمارا ایک خاص مقالہ مسلمانوں کی تجارت پر موجود ہے۔

سیر کی تھی ؎

سدا اُن کو مرغوب سیر و سفر تھا | ہر اک بر اعظم میں اُن کا گذر تھا
تمام اُن کا چھانا ہوا بحر و بر تھا | جو لنکا پہ ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

مسلمانوں کو فن تعمیر میں جو کچھ ترقی ہوئی وہ آج تک بھی دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہے قصر الحمرا وغیرہ سے ہمارے کان نا آشنا نہیں ہیں جس کی تعمیر میں مسلمانوں نے اپنے جوہر دکھلائے تھے۔ ؎

نہیں اِس طبق پر کوئی بر اعظم | نہ ہوں جس میں اُن کی عمارات محکم
عرب ہند و مصر اندلس شام و عجم | بناؤں سے ہیں اُن کے معمور عالم

سرِ کوہ آدم سے تا کوہ بیضا
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا

ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر | جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر | یہ ہے بیت حمرا کی گویا زبان پر

کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمین پر نشانی

مسلمانوں نے صنعت میں بھی اسی طرح ترقی کی تھی جس طرح دوسرے فنون میں اُنہوں نے کمال پیدا کیا تھا۔ بارود سازی بندوق سازی ہر قسم کے سوتی ریشمی اُونی کپڑے وغیرہ ضروریات زندگی تمام چیزیں اُن کے یہاں

یہاں تیار ہوتی تھیں ۱۳۱۱ئہ میں انہوں نے بارود کا استعمال کیا تھا۔ ٹپر وگراڈ کے کتب خانہ میں ایک کتاب موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے بندوق بھی ایجاد کی تھی جس کی تصویر موجود ہے۔ مسلمانوں کی صنعت کے متعلق موسیو لیبان لکھتا ہے "اور جب ان کی صنعت و حرفت پر نگاہ ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان کے صنائع میں ایک ندرت اور جدت ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا کسی قوم نے کسی زمانہ میں ایسا عظیم الشان اثر نہیں ڈالا جن اقوام نے زمانہ قدیم میں دنیا پر حکومت کی ہے یعنی اسری۔ ایرانی۔ بابلی۔ یونانی۔ رومی سب گذر گئے اور گرد روزگار ہو گئے۔ اور ان کی باقیات الصالحات میں چند ٹوٹی ہوئی عمارتیں رہ گئیں اور عربوں نے بھی اپنے زمانہ میں حکومت کی اور چلے گئے لیکن ان کا تمدن اور ان کی ترقی موجود ہے۔ یعنی مذہب ان کی زبان، ان کی صنعت و حرفت باقی ہے"

اڈگر تاریخ دنیا میں بیان کرتا ہے کہ عرب فاتحون نے علوم و فنون میں بہت جلد ترقی کر لی جتنی کہ ان کی فوجی قوت میں ترقی ہو گئی تھی۔ عربوں نے تہذیب کو خود حاصل کر کے بڑی سرگرمی کے ساتھ اس کو ہر کہیں پھیلا دیا بڑے بڑے شہر ان کی حکومت میں تعمیر ہوئے تجارت اور کارخانوں نے بڑی ترقی حاصل کی مدارس اور کالج تمام اسلامی دنیا میں بن گئے اور تمام علوم و فنون کا رواج اس وقت بھی عروج پر تھا جبکہ یورپ میں تہذیب اور علم و ہنر نہیں

پھیلا تھا اور جو زمانہ کہ یورپ کی تاریخ میں بہت تاریک زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی سلطنت اس زمانہ میں نہایت وسیع ترین حصہ دنیا میں تھی۔ اور تمام مملکت میں عربوں نے علم پھیلا دیا تھا بارہویں صدی کے آغاز میں اقلیدس، علم ہندسہ، ہئیت اور علوم طبعی یورپ میں عربی زبان سے لیا گیا۔

اندلس کے مسلمانوں میں تو علوم و فنون صنعت و حرفت کا چرچا دسویں صدی کے ہی آغاز میں درجۂ کمال پر ہو گیا تھا وہاں مسلمانوں کے مدرسے کتب خانے اور یونیورسیٹاں موجود تھیں۔ جہاں ادب منطق فصاحت بلاغت نجوم حساب، تاریخ، ریاضی، کیمیا، فلسفہ، طبعیات کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ علم حیوانات، علم نباتات، علم کیمیا، اور خاص کر علم طب اور حکمت کا مسلمانوں کو بہت شوق تھا۔ مسلمانوں نے جہاز بھی تیار کئے اور اُن کے کارخانے بھی بہ کثرت تھے۔ اہل یورپ نے ممالک عرب کو فتح کرنے کے بعد جن باتوں کو حاصل کیا اُن کے منجملہ ایک جہاز سازی کا فن بھی تھا یورپین اقوام نے اس فن میں بھی مثل دیگر فنون کے مسلمانوں کی شاگردی کی ہے۔ منجملہ اسلامی ممالک کے اندلس افریقیہ شام مصر میں بکثرت جہاز سازی کے کارخانے موجود تھے سب سے پہلا کارخانہ پہلی صدی ہجری میں قسطاط میں قائم ہوا تھا۔

امور رفاہِ عام میں شفاخانے، پل، کنوئیں، نہریں بنانے میں مسلمانوں نے

نہایت فیاضانہ کام کیا ہے۔ اور یہ تمام امور بعثت کے نتائج ہیں۔ موسیو لیبان کہتا ہے کہ "پانچ سو برس تک ممالک یورپ کے مدارس عربوں ہی کی تصنیفات پر جیا کئے اور کیا بلحاظ ترقی علمی اور کیا بلحاظ ترقی عملی وہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے یورپ کو مہذب بنایا۔"

پس ثابت ہو چکا کہ جس طرح آنحضرتؐ کی بعثت سے مسلمان متمتع ہوئے اِسی طرح یورپ نے بھی فیض حاصل کیا یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کے متعلق جناب باری کا اِرشاد ہوتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ مسلمانوں نے مذہب اَخلاق اور تمدن میں گیارہ صدیوں تک دنیا کو اپنی بہار دکھانے کے بعد تعیش و آرام طلبی، باہمی خانہ جنگی، اِختلاف و مخالفت میں مبتلا ہو کر دوسروں کے لئے اپنی جگہ خالی کردی۔ مسلمانوں کا زوال قانون قدرت کے مطابق ہے۔

لَا یُغَیِّرُ اللّٰہُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اگرچہ کہ مسلمان تباہ و تاراج اور گرداب تنزل میں مبتلا ہیں۔ لیکن اَب بھی اُن کی کافی تعداد ہر براعظم میں موجود ہے۔ اُن کی حکومت بھی وسیع ہے۔ اِک ذرہ خواب غفلت سے چونکیں۔ اِسلام کے تمام اُصول پہلے سیکھ لیں اور پھر اُن پر کاربند ہو جائیں تو سے

۹۱

دُنیا پھر زر خرید ہو گی
جو صبح ہے صبح عید ہو گی
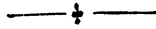
یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ مذہب اسلام سے بڑھکر کوئی مذہب فطرت انسانی کے موافق نہیں ہے۔ کیونکہ موسوی شریعت اپنے افراط کے باعث اور عیسوی مذہب اپنے تفریط کی وجہ سے ناقابل عمل ہیں اس لئے دنیا کے کسی مذہب کو بجز اسلام کے وہ حقیقی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی جو خیرامور اوسطہائے مصداق ہو؛

موسوی شریعت کو بہت جلد یہودیوں نے فراموش کر دیا اور وہ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذلت وَالمَسکنۃ کے مصداق بن گئے، عیسوی شریعت میں "پال" کی شرکت سے توحید کی شکل بدل کر تثلیث قائم ہوگئی اور اصلی مذہبی شکل مسخ ہو کر رومی بت پرستی اور افلاطونی الہات میں جلوہ گری ہوئی۔

مذہب اسلام کو بھی ترقی کا منافی خیال کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کی پستی کو مد نظر رکھکر یہ کلیہ قایم کر لیا گیا ہے، حالانکہ مسلمانوں کے تنزل کا اصلی سبب وہی ہے جس کو علامہ شبلی نے اپنی مشہور نظم میں بیان کیا ہے۔

اِن حقایق کی بنا پر سبب پستی قوم
ترک پابندی اِسلام ہے اِسلام نہیں
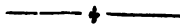
صدیوں تک مسلمانوں نے جو ترقی کی تھی اُس کے قطع نظر خود یورپ کی ترقی دراصل تعلیم محمدیؐ پر عمل کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے، یہ تعلیم محمدیؐ ہی کا اثر تھا کہ یونیٹیرین فرقہ نے توحید فی تثلیث اور تثلیث فی توحید سے انکار کیا، اور کونٹ ٹولسٹی نے ایک عظیم الشان مذہبی انقلاب روسیوں میں پیدا کر دیا، جس کے لاکھوں مقلد زور و شور سے تثلیث کے منکر اور توحید کے مقر ہیں یہ تعلیم محمدیؐ ہی کا نتیجہ تھا کہ عیسائیوں کو پوپ کے ناجائز اختیارات اور شدید مظالم سے نجات ملی، اور لوہتر کو پروٹسٹنٹ مذہب میں کامیابی ہوئی۔ اگر مذہب اسلام عیسائیوں کو یہ نعمت نہ بخشتا ہوتا تو آج دنیا کے تمام عیسائی ایسے ہی بت پرست ہوتے جیسے رُومن کیتھلک فرقہ کے عیسائی مسیح کی مجسم مورت کو سجدہ کرتے ہیں۔

یورپ کے انصاف پسند مورخ اِس امر کے علانیہ مقر ہیں کہ اُنکی

ترقی کی بنیاد اِسلامی علوم ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی مبارک تعلیم نے دائمی لازوال ہدایت کا وہ سرچشمہ جاری کیا ہے جس کے روبرو پھر کسی مصلح کی اصلاح اور کسی راہ نمائی رہبری کی ضرورت نہیں رہی ہے، وہ برگزیدہ نبی جس کو خلاق ازل نے رحمت للعالمین کے معزز لقب سے ممتاز فرمایا ہے اور جس کی امت کو خیر الامم قرار دیا گیا ہے، دنیا کے لئے ایسا جامع مکمل قانون چھوڑ گیا ہے جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد پھر کسی قانون کی ضرورت باقی نہیں رہتی، جو مادی زندگی کا منبع اور روحانی زندگی کا مبداء ہے۔

آنحضرت صلعم نہ صرف تعلیم دینے والے تھے بلکہ خود بھی اپنی تعلیم کا مکمل نمونہ تھے، مجمع عام میں جو فرماتے گھر کی چار دیواری میں اُسی پر کاربند ہوتے، آپ کا جو طرز عمل جلوت میں ہوتا تھا وہی آپ کا دستور العمل خلوت میں نظر آتا ہے، جو کام آپ قوم وملت کے لئے مقرر کرتے اُس پر پہلے خود کاربند ہوتے تھے، جن اُمور سے قوم کو روکتے اول خود ان سے اِجتناب کرتے تھے، غرض کہ جو آپ کی تعلیم تھی وہی آپ کا عمل تھا۔

آج متمدن اقوام کے نزدیک وہی قوم مہذب اور متمدن ہے جس کا قانون حریت، مساوات اور اخوت مکمل ہے، لہٰذا آؤ اور دیکھو اسلام نے ان اُمور کے متعلق کیا تعلیم دی ہے اور کیا قانون مقرر کیا ہے؟

حُریت | آج بیسویں صدی کے تہذیب وشائستگی کے زمانہ میں انسان کو سب سے

زیادہ مرغوب و محبوب آزادی ہے، آج وہی قوم مہذب اور متمدن کہلاتی ہے۔
جس کا قانون حریت مکمل ہے۔

مگر دیکھو حریت کس کو کہتے ہیں، یورپ کے فلاسفروں نے آزادی کی جو تعریف
و توصیف کی ہے وہ حسب ذیل ہے؛

میسو دویو کہتا ہے:۔" آزادی دنیا کی ہر قسم کی سعادت و فلاح سے افضل ہے"
پاپے کہتا ہے:۔ آزادی ہر ایک انسانی ترقی کی اصل اصول ہے"
ویکٹر ہیگو کہتا ہے:۔ آزادی ایک ایسی ہوا ہے جو نفس انسانی کی زندگی
کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔

یہ وہ آزادی ہے جس کی بدولت انسان اپنی تمام قوتوں کو جو قدرت نے اس کو
عطا کی ہیں بلا روک ٹوک اور بلا خوف مزاحمت کے استعمال کرے، یہی وہ
آزادی ہے جس کی تلاش یورپ کو برسوں رہی ہے۔

مگر آج سے چودہ سو سال پہلے اسلامی احکام اور تعلیم محمدیؐ کو دیکھو!
ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ تمام جہان میں صرف اللہ ہی کی حکومت ہے
اسی نے ہمیں حکم دیا کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور
نہ کسی کو معبود بنائیں۔

اسلام نے یہ حکم دیکر ہر مومن کو تمام ماسوی اللہ کی اطاعتوں سے آزاد
اور حر کامل کر دیا۔ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ۔

لاطاعتہ المخلوق فی معصیۃ الخالق جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو اُس میں کسی بندے کی فرمابرداری نہ کرو۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنالیا ہے حالانکہ اُن کی ماؤں نے تو اُنہیں آزاد جنا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ آزاد کو کوئی استعمال آزادی سے رُک نہیں سکتا۔

اُن ہی احکام کا نتیجہ تھا کہ ادنیٰ ترین رعیت برسر دربار فاروق اعظم جیسی ہستی کو ٹوک دینے سے بعض نہیں رہتے تھے

اخوت آنحضرت نے سب سے پہلے جو تعلیم ہجرت کے بعد دی وہ انما المومنون اخوۃ کی زرین تعلیم تھی، آپ نے تمام مہاجرین اور انصار میں رشتہ اخوت کو جوڑا، اور اس رشتہ نے ایک مشترک مذہبی زندگی نسلی رشتوں کی جگہ قائم کرلی، والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء لبعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کی تعلیم حاصل کرکے جاہل بدو جو ذرا ذرا سی بات پر لڑتے اور جھگڑتے۔ اکڑتے تھے، جن کا گویا پیشہ ہی قتل و غارت گری تھا۔ آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور اپنے مال و دولت حتیٰ کہ دو بیبیوں سے ایک کو طلاق[1] دیکر

---

[1] سعد بن الربیع اور عبدالرحمن ابن عوف کا مشہور واقعہ ہے، سعد نے اپنے بھائی عبدالرحمن کے لئے علاوہ اپنے مال و دولت کے اپنی بی بی کو طلاق دینے کی خواہش کی تھی

اپنے اسلامی بھائی کو دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

مساوات۔ آنحضرت صلعم نے نہایت شد و مد کے ساتھ مساوات کا حکم دیا، اور تقوے کو وجہ فضیلت قرار دی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

آنحضرت نے تمام سیاسی اور ملکی حقوق کے لئے اس امر کو واجب قرار دیا کہ ادنیٰ اور اعلیٰ کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ سب کے ساتھ ایک ہی قسم کا عمل ہو، آپ کے قانون میں عرب کے معزز ترین رئیس کے وہی حقوق تھے جو حبش کے ادنیٰ ترین غلام کے، آپ کا قانون یورپ کے گورے رنگ والوں کے لئے وہی حقوق رکھتا ہے، اور وہی افریقہ کے سیاہ فام کے لئے

آج دنیا کی عظیم الشان سلطنت جو جمہوریت اور مساوات کا اعلان کرتی ہے۔ اس کے قانون کی رُو سے کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ عدالت بادشاہ کو حاضری عدالت کا سمن جاری نہیں کرسکتی، کیونکہ بادشاہ کوئی جرم نہیں کرتا، لیکن اِس

ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ (۹۶)۔ مگر عبدالرحمن نے ان کا شکریہ ادا کر کے مال اور دولت وغیرہ سے انکار کیا اور بازار کا راستہ دریافت کر لیا، تجارت شروع کی، جس میں اُن کو اتنی ترقی ہوئی کہ یا تو ہجرت کے وقت خالی ہاتھ مدینہ کو آئے تھے یا انتقال کے وقت ایک ہزار گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریوں کے علاوہ چار بیبیوں کے منجملہ ایک کو (۸۴) ہزار درہم نقد ملے تھے۔

شہنشاہ کونین کی تعلیم اور عمل کو دیکھو اور مساوات پر غور کرو، قبیلۂ بنی مخزوم کی (جو ایک بلند مرتبہ قبیلہ تھا) ایک خاتون چوری کے جرم میں ماخوذ ہوتی ہے، روسائے قریش اسامہ کے ذریعہ سفارش کراتے ہیں، آنحضرت صلعم برہم ہوتے اور خطبہ دینے میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے اُن کا یہی حال تھا کہ نیچے کے طبقہ والوں پر احکام جاری کرتے اور اُوپر کے درجے کے لوگ جرم کرتے تو درگزر کر دیتے، خدا کی قسم اگر محمدؐ کی لڑکی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ قلم کر دونگا:

زید جو غلام تھے وہ اور ان کے لڑکے اسامہ سردار لشکر مقرر ہوتے تھے، جن کے تحت بڑے بڑے صحابہ کبار مثلاً صدیق اکبر اور فاروق اعظم معمولی سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے؛

مدینہ منورہ اور قبا میں مسجدیں تیار ہوتی ہیں جہاں تمام صحابہ مصروف تعمیر ہیں ان ہی میں سردار دوعالم بھی بہ نفس نفیس اپنے صحابہ کے ساتھ دوش بدوش کام کرتے نظر آتے ہیں، غزوہ خندق دربیش ہے، خندق تیار ہو رہی ہے، صحابہ کے ساتھ سپہ سالار اعظم بھی اس کے کھودنے میں مصروف ہے۔

ایک بدوی آتا ہے اس پر آپ کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے ارشاد ہوتا ہے ڈرو نہیں میں بھی ایک قریش خاتون کا لڑکا ہوں جو سوکھے کباب کھاتی تھی۔

غرض کہ آنحضرت نے اپنے ہر فعل سے اِس امر کا ثبوت دیا کہ وہ بجز اِس کے
کہ رسالت کا مرتبہ رکھتے ہیں اور اُمورِ رسالت میں امام اور ہادی ہیں باقی ہر ایک
امر میں عامۃ المسلمین کے ساتھ مساوات رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا میری تعریف
حد سے زیادہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ ابن مریم کے حق میں حد سے بڑھ گئے ہیں
میں صرف اللہ کا بندہ اور رسول ہوں:

قومیت: نسل اور رنگت کو توڑ کر مذہب کے لحاظ سے آپ نے قومیت کی
تعلیم دی اور مسلمانوں کو ایک قوم بنا دیا، اور ہر مسلم کے ذمہ قومی خدمت بمنزلہٗ
فرض کے قرار دی، آپ نے اِرشاد فرمایا سب سے افضل عبادت جو خدا کو
مرغوب ہے وہ عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی میں کوشش کرتی ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے اِنسان

آپ نے اِرشاد فرمایا جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت براری کی
گویا اُس نے تمام عمر عبادت الٰہی کی:

آپ نے حجۃ الوداع میں جو آخری خطبہ دیا تھا وہ اس تعلیم کا آئینہ ہے۔
اِرشاد ہوتا ہے:

" اے مسلمانوں میں تمہاری طرح محض ایک اِنسان ہوں
ہر شئے خدا کی مرضی کے تابع ہے، اور اس کے لئے ایک خاص وقت

مقرر ہے، جس میں نہ تقدیم کو دخل ہے، اور نہ تاخیر کو جس نے مجھے دنیا میں بھیجا تھا، میں اُس کی طرف مراجعت کرنے والا ہوں، تم کو میری آخری نصیحت یہ ہے کہ بھائی بھائی ہو کر رہو، ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور محبت کا برتاؤ کرو، وقت پر دوسرے کے کام آؤ، ایک دوسرے کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور نیک عمل کرنے کی ہدایت کرو، میں جب تک زندہ رہا تمہاری بھلائی کی تدبیر کرتا رہا اب مرتے وقت بھی مجھے کوئی خیال ہے تو تم لوگوں کی بہبودی کا ہے۔"

امن عامہ۔ قومیت کے ساتھ آپ نے امن عامہ کی بھی تعلیم دی، آپ نے اعلان کر دیا تھا دنیا اور دنیا کی پر فضا زمین اس لئے نہیں ہے کہ اُس پر بنی نوع انسان کے خون کا سیلاب بہایا جائے یا ایک فریق دوسرے کو نکال کر تمام روئے زمین پر خود قابض اور متصرف ہو جائے، بلکہ دنیا اور دنیا کی سطح صرف اس لئے ہے کہ اس میں بنی آدم اپنے اپنے مرکز پر قائم رہکر خدا کی عبادت کریں، وما خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن۔

آپ نے ہمیشہ عدل و انصاف کی تعلیم دی، زمانہ جنگ اور اُس کے بعد مفتوحہ اقوام کے ساتھ نیکی اور نرمی کے برتاؤ کا حکم دیا، زمانہ جنگ اور مفتوحہ اقوام کے ساتھ آزادی کے متعلق جو قوانین اسلام پیش کرتا ہے، وہ آج کل کے

انٹرنیشنل ضوابط سے زیادہ وسیع پیمانہ رحم و رعایت پر مبنی ہیں۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ یقاتلونکم و لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم۔

آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی ذمی کو تکلیف دیگا میں اس کا خصیم ہوں، اور جو شخص کسی ذمی پر تہمت لگائے گا قیامت میں خدا اس پر حد جاری کرے گا۔

آنحضرت صلعم نے جو امن قائم فرمایا تھا اس کے متعلق ایک عیسائی مورخ ڈوں کریمر کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں۔

"جب آنحضرت کا انتقال ہوا تو ملک عرب کے ہر ہر حصہ پر وہ امن چھایا ہوا تھا کہ جس کو عرب کی قوموں نے جن کو لوٹنے سے اور انتقام لینے کا عشق تھا، کبھی دیکھا نہ تھا، یہ اسلام ہی تھا جس نے ایسا ملاپ پیدا کر دیا۔"

غرض کہ موجودہ تمدن میں قوموں اور سلطنتوں کے لئے جو امور سب سے زیادہ اہم ہیں وہ آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام کی تعلیمات میں موجود ہیں، اور آج سائنس کے مقابل دیگر مذاہب کو شکست ہو رہی ہے، مگر وہ صرف مذہب اسلام ہی ہے جو فطرت انسانی کے عین موافق ہونے کے باعث

سائنس سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلعم بحیثیت سپہ سالار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور برگزیدہ ہستی رسالت ا
نبوت کے قطع نظر دینوی حیثیت سے بھی ممتاز ہے۔ انسان کامل، مصلح ا
ہادی اکبر، بادشاہِ وقت، اور سپہ سالار، ہر حیثیت سے آپ کی مقدس زند
پیش کی جا سکتی ہے۔

اگر آنحضرت کے واقعات زندگی پر سپہ سالار کی حیثیت سے نظ
ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بہادر جنرل اور الوالعزم فاتح تے
آپ کی مقدس ہستی میں وہ تمام امور بدرجہ اتم موجود تھے جن کے باعث آپ
سپہ سالار کی حیثیت سے بھی ممتاز ہیں۔

گو یہ صحیح ہے کہ عرب فطرتاً جنگجو اور بہادر قوم ہے، اس کا ہر فرد بہ

شجیع اور دلاور ہوتا ہے، عرب کے لڑکوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ انہیں جنگ کی تعلیم دیجائے، کیونکہ زمانہ جہالت میں عرب میں آئے دن لڑائیاں ہوتی تھیں، اس لیئے ہر لڑکا ہوش سنبھالتے ہی جنگ و جدل سے دوچار ہوتا تھا۔

لیکن آنحضرت صلعم کی حالت بالکل جداگانہ تھی، آپ کی پیدائش کے قبل ہی والد کا سایۂ سر سے اُٹھ چکا تھا، چھ سال کی عمر میں مادر مہربان بھی آپ کو چھوڑ گئیں بارہ سال کی عمر میں شفیق دادا بھی انتقال کر گئے، چچا کے زیر سایہ آپ رہنے لگے اِس لحاظ سے آپ ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم رہے، بچپن بدوی قبیلے میں گزرا ہوش سنبھالنے پر چچا کے ساتھ تجارت میں مشغول ہو گئے، کیونکہ آپ کا خاندان تجارت پیشہ ہی تھا، اِن وجوہ کے مدنظر آپ جنگی تعلیم سے ناواقف تھے، ایک زمانہ دراز کے بعد جبکہ آپ کے جوانی کا زمانہ گزر چکا تھا اور پچاس سال سے بھی متجاوز ہو گئے تھے، آپ کو ایسی قوم سے جنگ کا سابقہ پڑا جو فطرتاً جنگجو اور بہادر تھی، جس کا ایک ایک مرد سپاہی تھا، یہ ہی نہیں بلکہ رومیوں سے بھی جنگ کی نوبت آئی اور آپ کامیاب رہے؛

اگر ہم جنگی کارناموں پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ آپ ایک آزمودہ کار اور کہنہ مشق سپہ سالار کی طرح دشمن سے برسرپیکار ہوتے تھے: آپ کی جنگیں مختلف قبیلوں اور مختلف اقوام سے ہوئی ہیں۔ ہر ایک کا

طریقہ جنگ وجدل جدا تھا۔ کوئی دست بدست کی جنگ کرتا کوئی قلعہ بند ہو کر تیر و پتھر برساتا مگر آپ ہر طریقہ میں کامیاب رہے۔

قبل اس کے کہ آپ کی سپہ سالاری کی بحث کی جائے اولاً مختصر طور پر اس امر کے صراحت کی ضرورت ہے کہ آپ کے زمانہ میں کتنی جنگیں ہوئیں اور کن کن سے معرکہ رہا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا، اس کے بعد ہم ان امور پر روشنی ڈالینگے جو ایک سپہ سالار کے لئے ضروری ہیں اور جو آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

آپ کی مبارک زندگی میں چھبیس (۲۶) موقع ایسے آئے جس میں آپ خود فوج لیکر میدان جنگ تشریف لے گئے، اور ساٹھ (۶۰) مرتبہ آپ بذات خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ فوج روانہ کی گئی، جس جنگ میں آپ تشریف لے گئے وہ "غزوات" سے موسوم ہیں اور جن میں آپ بذات خود تشریف فرما نہیں ہوئے وہ "سریا" کہلاتا ہے ان (۸۶) غزوات و سریات کے منجملہ دس سے زیادہ مرتبہ جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور تین چار مرتبہ مسلمان مغلوب ہوئے اور یہ سریات ایسے ہیں جن میں تمام کے تمام مسلمان شہید ہو گئے تھے۔

ان غزوات اور سریات کی وجہ مختلف تھی، بعض تبلیغ اسلام اور اعلان کلمۃ حق کے لئے ہوئے ہیں، بعض چوروں اور ڈاکوؤں کے سے مامون رہنے کے لئے کیونکہ مدینہ منورہ پر یہ لوگ چھاپا مارا کرتے تھے، بعض دشمنان

اِسلام کے مدافعت کے لئے ہوئے ہیں، اکثر سریات میں صرف دس بارہ آدمی ہوتے تھے۔

چھبیس غزوات کے منجملہ صرف بارہ مرتبہ جنگ کی نوبت آئی، ایک مرتبہ صلح ہوگئی، اور ماںقی جنگوں میں لڑائی کا موقع نہیں ہوا، جنگ بدر، احد، خندق، اور فتح مکہ قریش سے ہوئے ہیں، حنین اور طائف، قبائل، ہوازن اور ثقیف سے قینقاع، نضیر، قریظیہ، مصطلق، خیبر، میں یہودیوں سے معرکہ رہا۔

احد اور طائف کے سوا، بقیہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، احد میں اگرچہ مسلمانوں کو پوری طرح فتحمندی حاصل نہیں ہوئی مگر قریش کو بہت بڑا نقصان ہوا اور وہ دوسرے سال جنگ کے ارادہ سے واپس ہوگئے، طائف کا قلعہ فتح نہیں ہوا مگر جب آنحضرت کی واپسی عمل میں آئی تو وہ فوراً آکر مطیع ہوگئے۔

موتہ اور یمن کے سریے قابل ذکر ہیں اول الذکر معرکہ قیصر روم سے ہوا تھا اور قیصر کی ایک لاکھ فوج کے مقابل تین ہزار مسلمان تھے، عظیم الشان جنگ کے بعد مسلمان واپس آگئے اور ثانی الذکر میں یمن فتح ہوگیا۔

آج سے چودہ سو سال پہلے کی جنگ اور اُس کے سپہ سالار کے فرائض کا مقابلہ آج کل کے نقطہ نظر سے نہیں کیا جا سکتا، ہم کو صرف اُن امور پر نظر

ڈالنی چاہیئے جو اس زمانہ کے لحاظ سے قابل ذکر ہیں، اور اسی ضمن میں بعض ایسے اُمور آجاتے ہیں جو آج بھی ایک سپہ سالار فوج کے لئے ضروری ہیں۔

عرب میں اِس امر کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا کہ فوجی علم سرنگوں نہ ہو اور آج بھی علم کی جس طرح حفاظت کی جاتی ہے وہ مخفی نہیں ہے۔

آنحضرت ایسے شخص کے ہاتھ میں علم دیا کرتے تھے جو نہایت شجیع اور دلاور مانا جاتا تھا، اور پھر جب کبھی سریے روانہ کئے گئے اُس وقت بھی انہیں اصحاب کو اس کی سرکردگی دی گئی جو بہادر اور دلاور ہوا کرتے تھے۔

ایک جنرل کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنگ کے لئے مناسب اور موزوں مقام منتخب کرے جو نہ صرف جنگ کے لئے موزوں ہو بلکہ پانی اور رسد کے لحاظ سے بھی وہ مناسب ہو۔ پانی بہ افراط مل سکے، رسد کے لئے راستہ بند نہ ہو سکے۔

آنحضرت اِس امر کا خاص لحاظ فرماتے تھے چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جو مقام قریش نے تجویز کیا تھا وہ پانی برس جانے کے باعث کیچڑ سے بڑھ گیا اُس کے برخلاف آنحضرت نے جو مقام اپنے کیمپ کے لئے انتخاب کیا تھا وہ پانی کے برسنے کی وجہ سے اور بہتر ہو گیا۔

حرب میں دست بدست کی جنگ ہوتی تھی اور وہ صفیں مرتب کرکے لڑا کرتے تھے، آنحضرت بھی اُس پر کاربند تھے، مگر فوج کے میمنہ میسرہ، قلب کا خاص لحاظ رکھا جاتا اور اُن پر بہادر اور عمدہ افسر مقرر فرماتے۔

جنگ کے لئے خبر رسانی اور شب کے وقت شب خون حملہ کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے، آنحضرت صلعم کے مبارک زمانہ میں بھی اُس پر عمل نظر آتا ہے۔ دشمن کی قوت توڑنے کے لئے تجارت اور سامان حرب کی روک ٹوک کا اِنتظام ضروری ہوتا ہے، اِس پر بھی آنحضرت کے زمانہ میں عمل ہوا کرتا تھا۔
سپہ سالار کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اِستقلال کو کام میں لائے، کتنے ہی مصائب رونما ہوں اُس کو چاہیئے کہ اِستقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دے، آنحضرت صلعم کی مُبارک سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ امر صاف طور سے نظر آتا ہے آپ کس طرح صاحب اِستقلال تھے، اِسلام کی ہنوز ابتدائی حالت ہے، مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا ہے، قریش اِس امر کا تصفیہ کرتے ہیں کہ دنیا کی طمع دیکر رسول اللہ کو اِس کام سے روکا جائے، چنانچہ آپ کے چچا ابو طالب کو مجبور کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اپنے لڑکے کو اِس کام سے باز رکھو ورنہ ہم قتل کر ڈالینگے ابو طالب آنحضرت سے اِصرار کرتے ہیں اور دعوت اسلام کو بند کرنے کی خواہش کرتے ہیں مگر رسول اللہ کے اِستقلال کو دیکھو ہر طرف دشمنوں کا ہجوم ہے، چچا جو سرپرست ہے وہ بھی روکتا ہے، لیکن آپ اِرشاد فرماتے ہیں اگر چاند اور سورج میرے دونوں ہاتھوں میں رکھدیئے جائیں جب بھی میں اُس سے باز نہیں آسکتا، اُس سے زیادہ اِستقلال کیا ہو سکتا ہے؟
پھر آپ کے اس استقلال کو دیکھو آپ صرف ایک رفیق کے ساتھ غار

میں پوشیدہ ہیں، قریش پتہ لگاتے ہوئے غار کے منہ پر آ جاتے ہیں حضرت صدیق خوف کرتے ہیں مگر آپ کے اِستقلال میں فرق نہیں آتا فرماتے ہیں ڈرو نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے؛

جنگ بدر کو دیکھو ایک ہزار قریش ساز و سامان کے ساتھ میدان جنگ میں آتے ہیں، مسلمانوں کی جماعت صرف تین سو کی ہے، وہ بھی بے سرو سامان کسی کے پاس تلوار ہے تو نیزہ نہیں کسی کے پاس تیر ہے تو تلوار نہیں، مگر حضور کے اِستقلال اور ثابت قدمی کو دیکھو کسی طرح پست ہمت نہیں ہوتے۔

جنگ احد اور جنگ ہوازن کو دیکھو چاروں طرف سے دشمن آپ کو گھیر چکے ہیں مسلمانوں کی جمعیت پریشان اور بعض راہ فرار اختیار کر چکے ہیں مگر آپ کے اِستقلال میں فرق نہیں آتا۔

سپہ سالاری کا ایک جوہر اس کی بہادری اور شجاعت ہے، اگر آپ کی بہادری اور شجاعت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے آپ بہت بڑے شجیع اور دلاور تھے۔ جہاں بڑے بڑے آزمودہ کار بہادر اور سورماؤں کے قدم اُکھڑ جاتے ہیں وہاں آپ ثابت قدم رہا کرتے تھے؛

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ گرم ہوتی تھی تو ہم لوگ رسول اللہ کے پہلو میں پناہ لیتے تھے، احد اور حنین کے واقعات خود آپ کی بہادری پر دال ہیں حنین کی جنگ میں آپ خچر جیسے سست جانور پر سوار تھے

اور دشمن کے فوج میں بڑھے چلے جاتے تھے اس سے آپ کی شجاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے؛

آنحضرت صلعم نے عام طور سے حکم دیا تھا کہ کبھی عورتوں اور بچوں کو اور ضعیفوں کو قتل نہ کیا جائے، کھیت کبھی برباد نہ کئے جائیں، خرمے کے درخت نہ کاٹے جائیں جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے، مکانوں کو آگ نہ لگائی جائے۔

یہ آپ کے ایسے احکام تھے کہ ایک زمانہ دراز تک مسلمان برابر اس پر عمل کرتے رہے، مفتوح قوم اور جنگ کے قیدوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ ہمیشہ نہایت عمدہ ہوتا تھا، عرب کے دستور کے خلاف آپ قیدوں کو قتل نہیں کرتے بلکہ اُن کو عمدگی سے رکھتے اور رہا فرماتے تھے۔ وہ صحابہ جنہیں خود کھانے کو بھی کم ملا کرتا مگر اپنے قیدیوں کو وہ اپنی خوراک تک دیدیا کرتے تھے۔

اپنے دشمنوں پر آپ غلبہ کے بعد جس طرح رحم وکرم فرماتے تھے اُس کا ذکر طوالت کا موجب ہے مگر چند واقعات سنو۔

ابو سفیان جو ابتدا سے فتح مکہ تک آپ کے مخالف رہے اور جب خوف سے ایمان لائے تو آپ نے نہ صرف اُن کو معاف کر دیا بلکہ انہیں عزت دی اور اُن کے مکان میں پناہ لینے والوں کو امن دینے کا اعلان کر دیا؛

وحشی بن حرب جس نے آپ کے عزیز چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا آپ نے اس کو معاف کر دیا؛

فتح مکہ کے دن چند خاص اشخاص کے متعلق حکم دیا گیا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے پردے میں بھی چھپے ہوں تو اُن کو قتل کر دیا ہے، مگر اُن میں سے بھی کئی اشخاص مثلاً عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن سعد، کعب وغیرہ اسلام لائے اور قتل ہونے سے بچ گئے۔

سراقہ بن مالک آپ کے قتل کے انعام کے لالچ سے آپ کا پیچھا کرتا ہے اور راستہ میں جا ملتا ہے آپ کو قدرت حاصل ہے کہ بدلہ لیں مگر معافی کا پروانہ لکھدیا جاتا ہے۔

اگر ہم آنحضرت صلعم پر سپہ سالاری کی حیثیت سے نظر ڈالکر آپ کے اُسوۂ حسنہ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوہ استقامت تھے، کبھی آپ کے قدم کو لغزش نہیں ہوئی، آپ کے استقلال میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔

آپ کی مساوات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ آپ اپنے صحابہ یا سپاہیوں کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کرتے تھے، خندق کھودنے میں اُن کے شریک رہے، دشمن کی مدافعت میں برابر کا ساتھ دیا، حملہ میں پیش پیش رہا کرتے، خندق تیار ہو رہی ہے مسلمانوں کو رسد نہیں ملی۔ بھوک سے پیٹ پر پتھر بندھے ہیں آپ سے حال عرض کرتے ہیں آپ اپنا پیراہن اُٹھا کر بتاتے ہیں، وہاں بجائے ایک کے دو پتھر ہیں، خندق تیار ہو رہی ہے آپ کے ایک صحابی جابر تین چار آدمی کا کھانا تیار کر کے اطلاع کرتے ہیں آپ تمام لشکر میں منادی کرتے

اور پہلے سب کو تسلیم کرتے ہیں، مساوات ہی کا خیال تھا آپ فوجی علم عطا کرتے وقت کسی خاص سردار، یا کوئی اعلیٰ مرتبہ شخص کو یہ خدمت تفویض نہیں کرتے بلکہ جو اس کا اہل نظر آتا اسی کو منتخب کرتے، کئی مرتبہ آزاد شدہ غلاموں کو یہ خدمت دیگئی اور بڑے بڑے اکابر صحابہ اس کے تحت کئے گئے۔

آپ کے اسوۂ حسنہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے ساتھ رحم و کرم کیا جائے، ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ آپ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ان کو کس طرح معاف کر دیا گیا۔ آپ کا یہی رحم و کرم تھا کہ کبھی آپ نے دشمنوں کے لئے بد دعا تک نہیں کی بلکہ ہمیشہ ان کی ہدایت کے لئے دست بدعا رہا کرتے۔

بہرحال اگر ہم آنحضرت صلعم کی مقدس سیرت کو سپہ سالار کی حیثیت میں پیش کریں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے آپ ایک بہادر سپہ سالار اور شجیع جنرل اور رحم دل فاتح تھے، ان امور میں آپ کا کوئی ثانی اور شریک نظر نہیں آتا۔ فقط

———— ❖ ————

مؤلف کے دیگر تالیفات

(۱) "یورپ میں دکنی مخطوطات" حجم (۴۱۷) صفحات، رائل سائز، کاغذ، طباعت وغیرہ قسم اعلیٰ اس ضخیم کتاب میں اُن دکنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیرس کے کتب خانوں میں موجود ہیں، قدیم دکنی مصنفین کے حالات، اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو، اور فارسی نسخوں کے اختلافات بھی پیش کئے گئے ہیں۔

علماء یورپ، مشاہیر ہندوستان نے اس کتاب کے متعلق بہترین آراء کا اظہار کیا ہے انگلستان اور ہندوستان کے مشہور علمی رسالوں نے اس کے قابل قدر ہونے کا اعتراف کیا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف دکھنی زبان کی ابتداء اور ارتقاء کی کیفیت واضح ہو سکتا ہے بلکہ دکھنی ادب کی جس قدر مشہور کتابیں ہیں اُن کے مطالعہ سے مستغنی ہو جا سکتے ہیں، اردو زبان کی تاریخ کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتی ہے۔

اِس کتاب کے متعلق بعض آرار کا مختصر اقتباس حسب ذیل ہے۔

(۱) ڈاکٹر ڈیوہٹ (پروفیسر اُردو عربی وغیرہ آکسفرڈ)
یہ کتاب قدرداران اُردو کے لئے قیمتی خزانہ ہے۔

(۲) ڈاکٹر کرنکو (پروفیسر جرمنی) یہ ریسرچ ہندوستان کے باہر انگلستان میں بھی اُردو اَدب کی ترقی میں معاون ہوگا۔

(۳) ڈاکٹر بیلی (پروفیسر اُردو لنڈن یونیورسٹی) ایک بڑے کام کو کامیاب انجام پر پہنچا دیا' کتاب مفید اور ساتھ ہی ساتھ دلچسپ ہے۔

(۴) ڈاکٹر سر اقبال۔ یہ کتاب اُردو زبان اور لٹریچر کی تاریخ میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔

(۵) چودہری سر ظفراللہ خاں (وزیر گورنمنٹ آف انڈیا) اُردو اَدب کے دُور اُفتادہ اور فراموش شدہ تاریخ کو خانان اُردو کے ہاتھوں میں دیکر ایک قابل قدر ایزادی کی ہے' ..... ملک کے علمی دولت میں مایۂ فخر اضافہ کا سامان بہم پہونچایا ہے۔

(۶) سر عبدالقادر (ممبر انڈیا کونسل) اَدب اُردو کی ایک بہترین خدمت کی ہے۔

(۷) جسٹس سر محمد سلیمان (الہ آباد ہائیکورٹ) آپ کی تالیف نے اُردو اَدب میں قیمتی اور بہترین اضافہ کیا ہے۔

(۸) سر تیج بہادر سپرو (صدر ہندوستان اکیڈمی) اِس قسم کی کتاب بغیر سخت محنت اور تحقیقات کے تیار نہیں ہوسکتی۔

(۹) نواب صدر یار جنگ (مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی) بے شبہ یہ تصنیف تاریخ ادب کے لئے گران مایۂ سرمایہ ہے۔

(۱۰) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (صدر شعبۂ شرقی الہ آباد یونیورسٹی) یہ کتاب آیندہ کام کرنے والوں کو بہت مدد دیگی۔

(۱۱) رسالہ معارف۔ تحقیقات اور انکشافات سے اُردو تاریخ کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

(۱۲) رسالہ ہمایوں۔ یہ کتاب تاریخ ادب اُردو کی بیش بہا خدمت ہے۔

(۱۳) رسالہ ساقی۔ اپنی زبان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ ازحد دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔

(۱۴) رسالہ جامعہ۔ جب تک اِس کتاب سے مدد نہ لی جائے گی کوئی تاریخ اُردو زبان مکمل نہ ہوسکے گی۔

(۱۵) ادبی دنیا۔ یہ کتاب اُردو زبان کی تاریخ کے سلسلے میں قابل قدر اور شاندار کوشش ہے۔

اِسکے علاوہ دیگر رسالوں اور اخبارات کے بیشمار آراء اس کے متعلق موجود ہیں۔

قیمت مجلد صہ غیر مجلد ——————— للعہ

(۲) "حضرت امجد کی شاعری" حجم (۱۰۰) صفحات، سائز پونیہ، کاغذ، طباعت وغیرہ دیدہ زیب، حضرت امجد سے کون واقف نہیں، آج رباعیات میں آپ کا کوئی مدمقابل اور ثانی نہیں ہے، اسی طرح آپ کے دیگر اصناف سخن بھی اُردو شاعری میں خاص حیثیت رکھتے ہیں۔

اُردو شاعری میں آپ کا کلام ممتاز حیثیت رکھتا ہے، مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

اِس کتاب میں حضرت امجد کے کلام پر تبصرہ کیا گیا اور نمونہ کلام پیش کیا گیا ہے آپ کا ہر قسم کا کلام نظمیں، تضمین، غزلیں، قطعات، اور رباعیات سب کچھ اِس میں شامل ہیں۔ نواب سر امین جنگ بہادر نے اِس پر پیش لفظ لکھا ہے۔

قیمت ————— عہ

"(۳) مکتوبات امجد"۔ حجم (۶۰) صفحات، پونیہ سائز، کاغذ طباعت وغیرہ دیدہ زیب حضرت امجد کے مکتوبات جو تصوف، اَدب واخلاق کے گران بہا جوہر ہیں، آج تک اِن کی ٹکر کے کوئی اُردو مکتوبات شائع نہیں ہوئے ہیں نواب جیون یار جنگ بہادر نے اِس پر پیش لفظ لکھا ہے۔

قیمت ———

(۴) "رہبر سفر یورپ" حجم (۹۰) صفحات کاغذ طباعت عمدہ - اِس سفرنامہ میں
سفر یورپ کے متعلق بیش بہا معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے سفر یورپ اور قیا
یورپ کے متعلق جس قدر اہم امور ہیں اُن کی تفصیل کر دی گئی ہے درحقیقہ
کتاب رہبر کا کام دیتی ہے؛
اس کے ساتھ ہی یورپ کے تمدن، معاشرت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے
یورپ کی زندگی کا آئینہ ہے، کتاب نہایت دلچسپ ہے۔
صرف چند نسخے باقی ہیں۔
قیمت ——————— ۱۲ / ر

(۵) "دکن میں اُردو" حجم (۵۵۰) صفحات سے زیادہ ہے کتابت
کاغذ وغیرہ قسم اعلیٰ۔ مؤلف کا شہ کار، دکن میں اُردو زبان کی ابتدا اور اِسکی
ترقی کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہ کتاب اُردو زبان کی بہترین
تاریخ ہے، نظم و نثر کے نمونے کلام پر تبصرہ اخبارات رسائل کی تفصیل، انجمنوں کا
حال غرض اُردو زبان کی تاریخ کا نہایت مکمل اور مفصل مجموعہ ہے۔
اِس کتاب کی خوبی کی دلیل یہ ہے اب تیسری مرتبہ شائع ہو رہی ہے
عنقریب شائع ہوگی۔ زیر طبع

نصیر الدین ہاشمی ——————— بیت الفضل
عقب نارائن گوڑہ حیدرآباد دکن